قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

دلا تا بزرگی نیاری بدست ۔ بجائی بزرگان نباید نشست

الحمد للہ والمنہ کہ رسالہ

اَلْحَقُّ الْيَقِيْن

فی جواب

اَلْكَلَامُ الْمُبِيْن

جسمین مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر اور ترک اسلام اور آیات متشابہات اور الکلام المبین کی ۲۲ غلطیین نمبروار لکھی گئی ہین اور ثابت کیا گیا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب تاوقتیکہ غلطیون سے رجوع نکرے اہل سنت سے نہین ہے ۔ مصنفہ حکیم ابو تراب محمد عبد الحق ساکن امرتسر بازار صابونیان در ماہ شعبان ۱۳۲۳ھ

مطبع ضیاء الاسلام امرتسر
مین چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی محمد سید المرسلین وقاطع دابر الملحدین وآلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ المتقین الطاہرین ومن تبعہم الی یوم الدین صلوۃ دائمۃ بدوام السموات والارضین اما بعد پس کہتا ہے اللہ کو سب بندون سے ناچیز بندہ ابو تراب **محمد عبد الحق** المعروف طبیب ابن مولانا وبالفضل اولینا جامع کمالات ظاہری وباطنی مولوی **عبد العزیز** صاحب دینانگری ثم امرتسری کہ تبدل زمانہ سے زمانیات کا تغیر ایسا بدیہی امر ہے کہ اسمین کسی اہل علم کو انکار نہین گویا سبکا اسپر اتفاق ہے۔ زمانہ حال مین جسقدر مذہبی معاملات مین آزادی ہے۔ تواریخ شاہد ہے کہ اسقدر پچھلے زمانہ مین نہ تھی یہہ اوسی امر کا نتیجہ ہے جسکا اوپر ذکر ہو چکا اب تو کیفیت یہہ ہے کہ ہر کس بخیال خویش خبطے وارد جس شخص کی عقل کسی چیز کو پسند کرتی ہے خواہ فی نفسہ اچھی ہو یا بری اوسکو قبول کر لیتا ہے نفس کی تابعداری مین ایسا سرگرم رہتا ہے کہ اگر کوئی مرد خدا اوس سے منع کرے تو رکتا نہین بلکہ دشمن جانتا ہے اس سے بڑھکر یہہ کہ خیال باطل کو چھپوا دینے سے بھی دریغ نہین کرتا علت ظاہری اسکی یہی نظر آتی ہے کہ مسلمانون کا پراگندہ شیرازہ مجتمع نہین یعنی حاکم وقت غیر مذہب ہے نیک وبد سے انہین کچھہ خیال نہین وہ یہ چاہتے ہین کہ کوئی متنفس ملکی وانتظامی معاملات مین خلل انداز نہ ہو باقی جو چاہے سو کرے تبھی تو لوگ آزاد منش اور نفس پسند ہو گئی ہین نہ دین کا خیال ہے اور نہ اللہ سے ڈر اللہ اکبر کہان وہ زمانہ مبارک حضرات خلفاء راشدین کا اور کہان یہہ اونکی عہد مین جیسے ہزارون برکتین نازل ہوتی تہین اور

مسلمان اوس سے مستفید ہوتے تھے ویسے ہی بڑی خوبی کی بات یہ بہی تہی کہ کوئی شخص نہ بہکتا
اور نہ ادہر ادہر ہوتا تہا اگر کوئی نئی بات دین اسلام مین نکالتا جسکو اصطلاح شرعی مین بدعت
کہتے ہین تو فوراً اوس سے پوچہا جاتا کہ دلیل شرعی تمہاری پاس کیا ہے قرآن و حدیث سے کہتے ہو یا اپنی
رائے سے سمجہا ایسے طریق مستقیم اور راہ سنت پر چلتا تو چہوڑا جاتا ورنہ مزاج پرسی اچہی طرح سے کی جاتی
چنانچہ آپکو یاد ہوگا کہ امیر المومنین فاروق اعظم خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت مین
صبیغ نامی ایک شخص اسلام مین نئی نئی باتین کرتا تہا آیات صفات وغیرہ مین شکوک اور شبہات
بیان کرکے لوگونکو تحیر مین ڈالتا - عوام الناس ایسے اعتراضات باطلہ کو کیا جانین سنکر ششدر و پیچ
مین رہجاتے - اور اونکی دلون مین بہ نسبت مسائل حقہ دینیہ اسلام خلجان واقع ہوتا - حضرت عمرؓ
کو اس امر کی خبر ہوئی - اپنے عامل اور حاکم صوبہ کے نام پروانہ لکہا شاید وہ حاکم مصر تہا کہ اسکو جلدی
میری پاس مدینہ شریف مین روانہ کرو حاکم مصر نے عملاً علی قول الامیر فوراً اوسکو روانہ کیا جب آپکی
خدمت بابرکت مین حاضر ہوا آپنے فرمایا کیون جی تم وہی ہو جو ایسی تباہی باتین لوگون سے کہتے ہو
اوسنے عرض کیا کہ ہان یا امیر المومنین - سنتے ہی چہڑیون سے اسقدر مارنا شروع کیا کہ بیہوش ہوگیا
تہوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا تو پہر مارا - پہر بیہوش ہوگیا - جب تیسری مرتبہ پیٹنا شروع کیا تو بولا
بس یا امیر المومنین اب مت مارین - جو کچہہ میرے دماغ مین خیالات باطلہ سمائے ہوئے اور ذہن مین
منقش تہے آپکی ضربہ شدید سے ہباءً منثوراً مثل غبار کی اڑگئے ذَهَبَ عَنِّي الَّذِي أَجِدُ فِي رَأْسِي
آیندہ ایسے خیالات پہیلانیکی کوشش نکرونگا اور نہ کسی سے کہونگا آپنے حکم دیا کہ اسیوقت مدینہ طیبہ سے چلا
جا - اوسی حاکم کے نام خط لکہا کہ اسکے پاس کسی کو مت بیٹہنے دینا - گو اوسنے مادہ فاسدہ کا تنقیہ کردیا
ہے تاہم دور اندیشی اور مقتضائے حکمت یہہ ہی ہے کہ اسکی مجالست اور ہمنشینی سے لوگون کو بچایا جائے -
مردِ آخر بین مبارک بندہ ایست - یعنی ان حضرات کی دور اندیشی اور اتباع سنت و انتظام ملکی
حضرت عمرؓ کی حالات پڑہنے سے یہ بہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ مخاصمت اور نزاع بین المسلمین کو
بری نظر سے دیکہتے تہے - بالفرض اگر کسی مسئلہ مین صحابہ رضؓ باہم مختلف ہوئے تو فریقین کی بات

گویا دلیل سنکر پہر ایسا فیصلہ دیتے کہ کسی کو چون وچرا کی گنجایش نرہتی رساتہہ ہی یہہ بہی فرماتے کہ آیندہ
اگر کسی فریق سے اختلاف کا آوازہ میرے کانون مین پونچا لاضربنہ ضربا مثلی ایناغسل جنابت
بحالت عدم انزال وغیرہ مسائل مین آپکے ارشادات موجود ہین چنانچہ ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفاء
مصنفہ مولوی شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم محدث دہلوی مین مفصل موجود ہے۔ غرض احداث
فی الدین اور باہمی جنگ وجدال کو ازحد قبیح جانتے۔ بخلاف موجودہ زمانہ کے کہ جسمین ہم لوگ دنیا
مین آئے ہین خدا کی پناہ ہے کہ اسوقت نہ اصاغرون کو اکابرون سے شرم ہے اور نہ بڑون کو خوردون
پر رحم ہے ہر شخص اپنی ہی رائے کو اچہا جانتا ہے واعجاب کل ذی رای برایہ کا مصداق ہے شریعت
اسلام کو ایک کہیل بنا رکہا ہے۔ کلام اللہ کی آیتون کی ایسی غلط توجیہ وتاویل کرتا ہے کہ علماء سلف
وکملاء خلف ائمہ مجتہدین وصحابہ رضی اللہ عنہم سے آجتک وہ مسموع نہین ہوئی بلکہ خود سرور عالم صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے بہی منقول نہین ہوئی۔ گویا دوسرے لفظون مین اگر اسکو تحریف کہا جائے تو صحیح ہوگا
بہت نظیرون مین سے اسوقت مین ایک نظیر ناظرین رسالہ ہذا کی خدمت والا مین پیش کرتا ہون۔
امید ہے کہ غور سے پڑہکر محرر سطور ہذا کے لئے دعاء خیر سے یاد کرینگے۔ اگر بتقاضاء بشریت کہین سہو ونسیان
سے خلل معلوم ہو تو ذیل اغماض سے مزال اقدام اقلام پر اصلاح فرماکر مجہکو اطلاع بخشینگے فانی لنفسی لما
معترف وبالتقصیر مقر ہے قبا گر حریر است وگر پرنیان * بناچار حشوش بود درمیان - وہ نظیر مولوی
ثناء اللہ صاحب امرتسری ہین کہ جنہون نے ان دنون ایک عربی تفسیر مسمی بہ تفسیر القرآن بکلام
الرحمن شائع کی اکثر جگہ تفسیر بالرای سے کام لیا گیا ہے۔ قبل اسکے کہ مین نمبروار غلطیان بیان کرون
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا حال کچہہ مختصر طور پر ہدیہ ناظرین کرون۔ پیارے ناظرین تفسیر مذکور کا
مصنف مولوی ثناء اللہ صاحب ساکن امرتسر ہے انکا باپ صاحب علم نہتہا ایک عامی
شخص تہا۔ سن طفولیت مین انکا والد فوت ہو گیا کشمیری ہونیسے یا کسی اور وجہ سے رفوگری کا
کسب سیکہنا۔ مدتون یہی کام کرتا رہا۔ اسی اثنا مین لکہنے پڑہنیکا شوق بہی پیدا ہوا حضرت
جناب مولانا ابوالفضل اولنا اوستاذنا واوستاذ ابینا واوستاذ اخینا واوستاذ ابناجنا

مولوی احمد اللہ صاحب رئیس امرتسر کی خدمت والا منزلت مین حاضر ہوکر بصد عجز و انکسار عرض کی کہ جناب مجھکو بھی سلسلہ تلامذہ مین داخل ہونیکا فخر بخشیین ۔ چونکہ حضرت ممدوح کی مزاج شریف ہمیشہ اس امر کی مقتضی رہی ہے کہ مخلوق الٰہی کو حتی الامکان نفع پہونچایا جائے بلحاظ خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ وَخَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ سلسلہ شاگردون مین باقاعدہ داخل کرکے پڑہانا شروع کیا ۔ چونکہ ذہین و فہیم نہ تہا حضرت مولانا کو صرف و نحو کی تعلیم مین جانفشانی و عرقریزی بہت کرنی پڑی بمشکل شرح جامی اور قطبی تک پہونچایا ۔ مولانا صاحب کا مطلق ارادہ نہ تہا کہ اب کسی اور کو پانچا کر پڑہے ۔ اس خیال سے کہ پڑہانا کٹھن کام ہے ۔ اتنی محنت اور کون اوٹھائیگا ۔ لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک نہ مانی ۔ یہ امرتسر سے سیدہا وزیرآباد کو ہولیا ۔ حافظ مولوی عبد المنان صاحب محدث وزیرآبادی تلمیذ حضرت مولانا و استاذنا جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب مرحوم محدث دہلوی کی خدمت مین تحصیل علم کے واسطے جا حاضر ہوا ۔ قصہ کوتاہ کہ وہان بھی کچھہ پڑہا ۔ پہر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور مین مجھکو خط لکھا کہ مین تحصیل کتب درسیہ کے لیے آنا چاہتا ہون ۔ تمہارا کیا منشاء ہے ۔ مین نے جواب لکھا کہ اسوقت مدرسہ مین تمہارا داخل ہونا باعث نقصان ہے کیونکہ سال قریب الاختتام ہے جن کتابون کا اسوقت سبق ہو رہا ہے نصف سے بھی زیادہ ہو چکی ہین ۔ ادہوری کتابین پڑہکر کیا کروگے ۔ مین اوسوقت مینبذی مختصر المعانی ۔ تلویح توضیح صحیح بخاری ۔ وغیرہ پڑہتا تہا ۔ میرے لکہنے پر عمل نکیا ۔ فوراً سہارنپور پہونچا ۔ کسی کتاب کا سر کسی کی ٹانگ کسی کا ربع کسی کا ثلث پڑہ پڑہا کر چلتا بنا ۔ وہانسے دیوبند کو اسلامیہ مدرسہ مین ڈیرہ جا ڈالا ۔ اتنی ہمت کی کہ ایک سال مین قریباً پندرہان سولان کتابون کا امتحان دیا ۔ کیا کہنے ۔ ماشاء اللہ چشم بد دور اس پر بھی اگر جلدی فارغ التحصیل نہ ہوتے تو اور کیا ہوتا ۔ طرفہ یہ کہ مدرسہ والون نے بھی نمبر خاصے دئے ۔ شاید کچھہ انعام بھی دیا ہو ۔ کیون نہ ہو آخر مدرسہ اسلامیہ دیوبند ہے جسکی تعلیم تمام ہندوستان مین مشہور ہے ۔ آپ لوگون کو شاید معلوم ہوگا کہ دیوبند کی مدرسہ

مین بجاے سال کے آٹھ نو ماہ پڑھائی ہوتی ہے - باقی ایام امتحان وغیرہ مین صرف ہوتے ہیں
ناظرین خود ہی سوچ لین کہ جو طالب علم معمولی فہم کا اتنے قلیل عرصہ مین ادق کتابون کا
امتحان دیکر سارٹیفکٹ حاصل کرے اوسکی لیاقت علمی کا کیا حال ہوگا جبھی تو بدنام کنندہ
نکونامے چند کی مثل صادق آتی ہے - کہتے ہین کہ کانپور کے مدرسہ مین دستار فضیلت اونکے سر پر
باندہی گئی - واللہ اعلم اس مین بہی کیا کارروائی کی ہوگی تعجب کا مقام ہے کہ مدرسہ فیض عام
مین کہ جسکے مدرس اول مخدومی مکرمی اوستاذی جناب مولوی احمد حسن صاحب معقولی مرحوم
تھے - چھ سات ماہ پڑھکر کیونکر سند حاصل کرلی باوجودیکہ سات آٹھ برس سے کم سند
نہ ملتی تھی - کئی کئی برس طلباء وہان پڑے رہتے تھے - خیر ہمکو اس سے کیا بحث ایک چھوڑ تمام
دنیا کی سندات حاصل کرلین - جب استعداد نہین تو کیا سندون کو چاٹین گے - دوسرے کے
بل پر کبھی بندوق نہین چل سکتی - وہان سے رخصت ہوکر امرتسر کے مدرسہ تائید الاسلام
مین قلیل تنخواہ پر ملازم ہوئے مین بہی اپنی قلیل بضاعت علمی کو ساتھ لیتا ہوا خداوند کریم وحلیم
کی غیبی تائید سے امرتسر مین پہونچا پڑہنا کیا تہا - صرف اساتذہ کی عین عنایت تہی - اوستاد
اگر شفیق اور مہربان ہو تو تھوڑا پڑھا ہوا بھی کام آسکتا ہے ورنہ چارپاے بر و کتابے چند فاذا
عزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین اللہ پر توکل کرتے ہوئے زبان ودل سے ہو
حسبی ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر کہکر امرتسر بازار صابونیان مین شفاخانہ جاری کیا
طالب علمون اور مریضون کے لیے ایک مختصر سا اعلان بہی دیدیا - خداوند کریم رب الارض
والسموات کا ہزاران ہزار فضل واحسان ہے کہ جسنے بلا کوشش ہماری کے مطب کو اسقدر
فروغ دیا کہ اب ہم پر حسد کیا جاتا ہے - بفضلہ تعالے اماکن بعیدہ و قریبہ سے علاج کے لئے لوگ آکر
شفا پاتے ہین - نزدیک و دور سے لوگ بلاتے بہی ہین - چنانچہ گڑہی حبیب اللہ خان ضلع
ہزارہ مین حسین خان صاحب جاگیردار کے واسطے دو دفعہ مجھے بولایا گیا اللہ تعالے نے راقم
الحروف کی علاج سے جناب خانصاحب کو بہت فائدہ بخشا چنانچہ اونکی اور انکے بہائی صاحب

محمد اکرم خانصاحب کی دستی تحریر میرے پاس موجود ہے اسکے علاوہ اور جگہ بھی مشاہرہ معقول پر جانیکا اتفاق ہوا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ یہہ تو جو کچھہ ہو رہا ہے سو ظاہر ہے سب سے بڑہکر قابل اظہار خوشی یہہ امر ہے کہ طالب علم بھی کتب درسیہ کے تحصیل کے لیے آتے تہین ہٰذا من فضل ربی لیبلونی ءاشکر ام اکفر ؎ ہر کجا چشمہ بود شیرین ٭ مردم و مرغ و مور گرد آیند - بیان مذکور کو شائق خود بخود بگفتن پر محمول نکرین - بلکہ اظہار نعمت خداوند عالم سمجھین اما بنعمۃ ربک فحدث ؎ از دست و زبان کہ بر آید ٭ کز عہدہ شکرش بدر آید - آمدم بر سر مطلب مولوی ثناء اللہ صاحب کو ملازمت کے زمانہ مین تالیف و تصنیف کا بھی شوق پیدا ہوا - جو لانی طبیعت نے متعدد رسائل اردو مین لکھنے پر مجبور کیا چنانچہ مختلف کتابین اونکی تصنیف شدہ ہماری نظر سے بھی گذرین - اس سے ذرا اور آگے بڑہے تو تفسیر القرآن کو لکھنیکا بھی عشق دامنگیر ہوا - چونکہ مجھکو اُنسے دیرینہ ملاقات تھی - بلکہ یگانگت اور اتحاد کا مرتبہ یہان تک بڑہا ہوا تھا کہ میری اکثر کتابین اونکے پاس رہا کرتی تھین - جس کتابکی انہین ضرورت ہوتی منگوا لیتے آریون کی تردید کے لئے اونکی مجلس مین دو نوجایا کرتے تھے مرزائیون سے جب اونکی گفتگو ہوئی تو ہم شریک تھے - جب ہمین خبر ہوئی کہ انکا مصمم ارادہ تفسیر بنانیکا ہے عملاً علے حدیث خیر الانام النصح لکل مسلم تمام ضروری کاروبار چھوڑکر نصف النہار مین اونکے مکان پر پہونچا - اور کہا کہ مین نے سنا ہے کہ آپ قرآن مجید کی تفسیر بنانے لگے ہین - کیا یہہ درست ہے مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہان ارادہ تو ضرور ہے لیکن اوسکے اسباب پر غور کر رہا ہون - مین نے کہا کہ آپ یہہ ارادہ چھوڑ دین تفسیر کا لکھنا بہت ہی مشکل کام ہے - حصول اس مقصد کے لیے آپکو بہت سے مصائب اوٹھانے پڑینگے - حلوا خوردن را روئے باید - یہہ تھوڑی کہیر ہے بڑے بڑے علماء و فضلاء جنکا تبحر علمی مسلم ہو چکا ہے جیسے مخدوم مکرم حاجی الحرمین جناب مولانا

واستاذنا مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی شمس العلماء صاحب مرحوم
مغفور وغیرہ نے ابتک کسی زبان مین تفسیر نہین لکہی تو آپ کس گنتی مین ہین تفسیر
بنانیکے لیئے اول بہت سے اسباب کا حصول ضروری ہے جنکا پیدا ہونا آپکے لیے مشکل
کیا بلکہ محال ہے - لو فرضنا اگر وہ اسباب تمامہا آپکو حاصل بہی ہوجائین تو سب سے
مشکل یہہ امر ہے کہ اگر کسی آیت کی تفسیر مین کمی بیشی ہوجائے یا تفسیر با لحدیث کا
لحاظ نہ کیا جائے - تو بجائے ثواب کے گناہ حاصل ہوگا - لینے کے دینے پڑجائینگے
خوشنودی ورضاء رب العالمین کے بجائے قہر وغضب نازل ہوگا - ٹکے کمانے
یا حصول شہرت اگر مقصود ہے تو یون کیجئے کہ عربی کتابون کا ترجمہ سلیس اردو
مین لکہکر بذریعہ اخبارات واشتہارات ملک مین پہیلا دین - یا مخالفین اسلام
کے اعتراضون کے جوابات عمدہ پیرایہ مین شائع کرین خود بخود ہی شہرت ہوجائیگی
ہم خرما وہم ثواب - الغرض مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک بات بہی قبول نکی -
اور میرے کلمات مخالفانہ اپنے حق مین مضر سمجہے اور اپنے خیال مین مصر رہے یہ
نسوچا سے بر نزد من آنکس ہواہ خواہ تست ✤ کہ گوید فلان خار در راہ تست -
مین تو مایوسی کی حالت مین اٹہکر چلا آیا - اور ادہر مولوی ثناء اللہ صاحب نے
بحکم الانسان حریص فیما منع اردو تفسیر لکہنی شروع کی حصہ اول جب چہپ چکا
تو ایک نسخہ میرے پاس بہیجا اور کہا کہ اس پر ریویو لکہدو اور اپنے والد صاحب مولوی
عبد العزیز صاحب ساکن دینا نگر ضلع گورداسپور سے بہی لکہوا کر بہیجدو - چونکہ مین
خدا کے کرم وفضل سے چشم بینا رکہتا تہا - مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مصنف نے بڑی
غلط تفسیر لکہی ہے سلف صالحین کے طریق سے برخلاف ہے - کاش قبل
چہپنے کے مجکو یا حضرت مولانا ومخدومنا مولوی احمد اللہ صاحب یا کسی اور اہل
علم کو دکہلا لیتے تو کیا ہی اچہا ہوتا - مولوی صاحب کو غلطیون سے اطلاع دیگئی

لیکن مولوی صاحب نے رجوع نکیا۔ ابھی تفسیر ثنائی اردو کا تذکرہ ہو ہی رہا تھا کہ یکایک ایک
تفسیر عربی خود اونکی تصنیف ملک مین شایع ہو گئی میری نظر سے بھی گذری۔ دیکھتے ہی مین تو دم
بخود ہو گیا اور بیتامل زبان سے یہ کلمہ جاری ہوا کہ یا الٰہ العلمین مولوی ثناء اللہ صاحب کو کیا
ہو گیا کہ دعوی اہل حدیث ہونے کا کرتے ہین اور تفسیر مین یہہ تحریف سے برعکس نام
نہند زنگی کافور۔ ایسے مدعیان عمل بالحدیث کے لئے بڑی شرم کی بات ہے کہ تفسیر لکھنے کے
وقت نہ تو حدیث کا لحاظ رکھین اور نہ اقوال صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین کہ جنکا
وجود باوجود خیر القرون مین ہوا انکی طرف رجوع کرین۔ مزہ یہہ ہے کہ باوجود ایسی حالت کی
تفسیر ہی بغنا چلتے ہین سے بجائے بزرگان دلیری کُن ٭ جو سپر نجات نیست شیری کمن ٭
ہر کس سزاوار باشد بصدر ٭ کرامت بجاہ است منزل بقدر ٭ جناب من مجھسے پیر بھی نہ رہا
گیا تفسیر القران کو بغل مین دبا کر سیدہا اونکے در دولت پر پہونچا۔ کئی جگہ سے دکھلایا کہ
یہہ تفسیر تفسیر نبوی کے برخلاف ہے۔ باوجود ادعاء عمل بالحدیث اور اتباع سنت نبویہ کے
ایسی تفسیر کیون کی بات چیت ہوتے ہوتے نوبت بجنگ و جدال پہونچی۔ تو تو اور مین مین
تک باری آئی مارے غصہ کے آپکا چہرہ سرخ ہو گیا سے جو حجت نماند جفا جوئی را ٭ بپر خاش
در ہم کشد روئے را۔ دوران تقریر مین آپنے یہہ کہا کہ میرے نزدیک تفسیر کی صحت
وسقم کا معیار لغت عرب ہے۔ جو لغت عرب کے موافق تفسیر ہے وہی صحیح ہے۔ میری
تمام تفسیر کا دار و مدار اسی اصول پر ہے چنانچہ اسکی تائید مین ایک رسالہ بنام آیات متشابہات
بھی شایع کیا۔ مین نے جواباً عرض کیا کہ بیشک قرآن مجید عربی زبان مین نازل ہوا بلسان
عربی مبین لیکن اسکی تفسیر مین آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بیان کی ضرورت
ہے فرمایا وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم۔ وما انزلنا علیک
الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ اسمین بیان کی نسبت رسول خدا صلے اللہ
علیہ و آلہ وسلم کی طرف کی گئی ہے پس معلوم ہوا کہ اظہار معانی کلام اللہ کے لئے صرف

لغت عرب ہی کافی نہین بلکہ حدیث کی ضرورت بھی ہے اسی طرف اشارہ ہے آلا وانی اوتیت القرآن ومثلہ معہ مین اور حقیقت شرعیہ حقیقت لغویہ سے مقدم ہے آیت واعبد ربک حتی یاتیک الیقین سے یہہ بات بخوبی روشن ہورہی ہے - گو حقیقت لغویہ حقیقت شرعیہ مین پائی جاتی ہے لیکن حقیقت شرعیہ کو تقدم ہے حقیقت لغویہ پر مثلاً لفظ صلوۃ کو لیجئے کہ لغت عرب مین چوتڑون کا ہلانا یا دعا ہے اور شریعت مین ارکان مخصوصہ ہے - اگر آپ لغت کا صرف خیال رکھکر معنے کرتے ہین تو نماز وحج اور زکوۃ وغیرہ کی کیا ضرورت ہے پانچون وقت چوتڑون کا ہلا چھوڑنا ادائے نماز مفروضہ کی لئے کافی ہونا چاہئے اور ایک تارک الصلوۃ کو آپ کافر یا فاسق نہین کہہ سکتے - اگر آپ یہہ فرماوین کہ لغت مین صلوۃ کے دونون معنے آتے ہین تو ہم کہتے ہین کہ اصل لغت عرب مین صلوۃ بمعنے تحریک الصلوین یا دعا ہے - قبل نزول احکام شرع عرب کے لوگ صلوۃ کے یہہ ہی معنے کرتے تھے - اور قاموس وغیرہ بعض کتب لغت سے جو آپ کو شبہہ ہوا ہے تو مبنی اسکا سوء فہم ہے کیونکہ صاحب قاموس نے صلوۃ بمعنے ارکان مخصوصہ جو لکھے ہین تو یہہ شرعی معنے لکھے ہین نہ لغوی - کیا یہہ منع ہے کہ علم لغت کی کتابون مین مسئلہ شرعی یا حقیقت شرعیہ بیان کی جاوے ہرگز منع نہین - لفظ صلوۃ پر لفظ زکوۃ اور حج اور صیام وغیرہ کو قیاس کرلین - نیز اگر آپ کا یہہ قول درست ہے تو سید احمد نیچری - مرزا قادیانی اور چکڑالوی وغیرہ کو آپ برا کیون کہتے ہین - ان لوگون نے جو تفسیرین قرآن شریف کی لکھی ہین زیادہ زور انکا اسی پر ہے کہ ہر ایک جگہ مناسب وغیر مناسب محل پر لغت کی طرف رجوع کرتے ہین احادیث مطہرہ اور اقوال صحابہ کو پس پشت ڈال دیتے ہین - شیاطین وجنات کا انکار معجزات وکرامات سے انحراف وغیرہ وغیرہ اسی بنا پر ہے آپکی تفسیر اور انکی تفسیر دون مین کیا فرق ہے - میرے خیال مین کچھ فرق نہین - اسکا جواب مولوی صاحب سے

کچھہ نہ بن پڑا۔ بجز اسکے کہ میری تمام تفسیر صحیح ہے۔ گو تمام جہان میرا مخالف ہو جائے۔ مین
کسیکا مقلد نہین ہون۔ کسی کی بات تسلیم نکرونگا سنتے ہی میرے تمام رونگٹے کہڑے
ہو گئے اور انا للہ و انا الیہ راجعون کہتا ہوا بے نیل مرام واپس چلا آیا۔ دوسری
تیسرے روز پہر پیغام بہیجا گیا کہ اگر آپ کو اور کوئی صورت رفع نزاع کی نظر نہین آتی تو دو
منصف مقرر کرلین ایک کا خرچ مین دیتا ہون دوسرے کا آپ دین۔ یا مین اور آپ
اونکے پاس چلے جاوین فریقین کے سوال و جواب سنکر جو فیصلہ اونکا ہو شایع کیا
جاوے۔ دو منصفون کی تعیین فریقین کے ذمہ ہونی چاہیئے۔ یہہ صورت مولوی
ثناء اللہ صاحب نے منظور نہ فرمائی۔ بلکہ اولٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ جلدی سے ایک
اشتہار دیدیا۔ جس مین یہہ لکہا کہ علماء امرتسر میری تفسیر کی غلطیان مجہکو نہین
دیتے۔ اور عوام مین پہیلانے کی کوشش کر رہے ہین مین مولوی صاحب سے پوچہتا
ہون۔ کہ آپ اوس خدا کی وحدہ لاشریک کی قسم کہا کر فرماوین کہ مین نے آپکو غلطیان
نہین بتلائین تہین جس پر آپ اسقدر برفروختہ ہوئے تہے کہ آپکی زبان سے ناشائستہ
کلمات بہی بہ نسبت خاکسار نکلے تہے اور جناب مولوی احمد اللہ صاحب کے مکان
پر موجودگی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ کو غلطیان نہین دی گئین۔ اگر یہہ
تمام قصہ غلط ہے تو ایک حلفیہ اشتہار اور بہی دیدین جسکا عنوان یہہ ہو لعنۃ اللہ علی
الکاذبین برائے خدا انصاف کرو۔ آخر ہمین جب مولوی صاحب کی سیدہی ہونیکی کوئی
امید نرہی بحکم آخر الحیل السیف لاچار مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی کی خدمت مین
گذارش کی کہ کچھہ غلطیان طبع کرا کر علماء کرام سے تفسیر کے متعلق استفسار کیا جائے
تاکہ عوام کو دہوکہ نرہے اور اس فتنہ سے بچ جائین جس پر مولوی عبد الحق صاحب غزنوی
نے بڑی کوشش سے چالیس غلطیین چہاپ کر پنجاب اور ہندوستان کے مشہور
علماء کی خدمت مین بہیجدین۔ الحمد للہ سب نے تفسیر کی تردید مین اتفاق ظاہر کیا۔

بلکہ بعض حضرات نے تو ایسے سخت الفاظ لکھے ہین کہ دیکھنے کے قابل ہین جس کو شوق ہو
رسالہ الاربعین فی ان ثناء اللہ لیس علی مذہب المحدثین بل ھو من المحدثین فی الدین
الجھمیة والمعتزلة والقدریة المحرفین امرتسر کٹرہ مہان سنگہ مسجد غزنویان مولوی عبد
الحق صاحب شاگرد مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم غزنوی سے طلب کرے مین چاہتا ہون
کہ تمام غلطیون کو ہدیہ ناظرین کرون ۔ نصرت اسلام کا اگر خیال نہ ہوتا اور اظہار حق سے
خاموشی اختیار کرنے کی بابت جو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وعید فرمایا ہے جیسے
الساکت عن الحق شیطان اخرس اور من رای منکرا فلیغیرہ بیدہ الخ اسکا اگر علم نہ
ہوتا تو ہم بہی کانون پر پردہ ڈالکر چپ ہو رہتے ہے ھذا و نصر الدین فرض لازم
لا للکفایة بل علی الاعیان + بید و اما باللسان فان عجز ثبت فبالتوجہ والدعاء
بجنان نہ کسی کی دل ازاری منظور ہے اور نہ کسی کی کسادبازاری مقصود ہے وکفی باللہ شہید
اب مین نمبروار غلطیون کو مع جوابون کے لکھتا ہون ۔
(نمبر ا صفحہ ۲) قولہ الم مختصر من انا اللہ اعلم ھذا قول ابن عباس رض اقول اس سے
ثابت ہوا کہ الم کے معنے اور تفسیر انا اللہ اعلم ہے ۔ یعنے خداوند کریم فرماتا ہے کہ مین سب
سے زیادہ جاننے والا ہون ۔ تمام سورتون کے ابتدا جسقدر الفاظ نازل ہوئے ہین ۔
مقطعات اور متشابہات ہین ۔ لا یعلم تاویلہ الا اللہ ۔ حدیث صحیح مین بہی آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکے معانی منقول نہین ہوئے ۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رض کی طرف
جو نسبت کیا جاتا ہے ۔ اسکے کئی جواب ہین اول یہہ کہ اس اثر کی سند متصل الی الصحابی
نہین ۔ دویم یہہ کہ اسکے راویون مین سے بعض ایسے ہین جو قابل اعتبار اور ثقہ نہین
کیونکہ اسکے سلسلہ رواۃ مین ثعلبی اور واحدی اور سدی صغیر و کلبی وغیرہ ہین ابن حجر عسقلانی
لکھتے ہین والکلبی متہم بالکذب والسدی الصغیر کذاب ۔ سویم یہہ کہ اگر اسکی صحت
پایۂ ثبوت کو پہونچ بہی جائے اور بڑی عرقریزی کی بعد صحیح بنایا بہی جائے تو زیادہ سے زیادہ

ایک اصحابی کا فہم ہوگا نہ حدیث جناب مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کما قال فی الجمل
ھذا رای ابن عباس رضہ ایک اصحابی کا قول گو کیسا ہی جلیل القدر ہو بمقابلہ صحیح حدیث
کے حجت نہین ہو سکتا - اصول حدیث کی سب کتابون مین اس مسئلہ کو آپ دیکھہ
سکتے ہین جلالین جو بڑی معتبر کتاب فن تفسیر مین ہے اس مین لکھا ہے الم اللہ
اعلم بمراده بذالک اسکی شرح مین صاحب جمل نے لکھا ہے اشار بھذا الی ارجح
الاقوال فی ھذه الاحرف التی ابتدء بھا کثیرا من السور سواء کانت احادیۃ
کق وص ون او ثنائیۃ او ثلاثیۃ کما سیاتی وھو انھا من المتشابہ وانہ
جری علی مذھب السلف القائلین باختصاص اللہ تعالی بعلم المراد منھا
اہل حدیث اور فقہا کا عموما یہہ ہی مذہب ہے کہ آیات متشابہات مین توقف کرنا اور
علم اسکا خدا کے سپرد کرنا چاہئے بھلا سلف صالحین اور محدثین کا یہہ مذہب
کیون نہ ہو جب کہ حبیب خدا سرور کائنات محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی
ہے - عن عائشۃ قالت تلا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ھذه
الایۃ ھو الذی انزل علیک الکتاب الخ قالت قال رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم فاذا رأیت الذین یتبعون ماتشابہ فاولئک الذین سمی اللہ
فاحذروھم یعنے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو لوگ آیات متشابہات
کے پیچھے پڑتے ہین اور اونکے معانی اپنے فہم وادراک سے نکالتے ہین اونسے بچو کیونکہ
اونکے دلون مین کجی ہے - رہی یہہ بات کہ ایسے کلمات اللہ جل جلالہ نے نازل کیون
فرمائے - اور انسے ہدایت کیسے ہو سکتی ہے تو جواب اسکا یون سمجھنا چاہیے کہ آدمی
دو قسم کے ہوتے ہیں عالم اور جاہل - علما کی طبیعت چونکہ تحصیل علوم کی طرف راغب
رہتی ہے اونکو حکم ہوا کہ آیات متشابہات کی تحصیل مین طبائع اور عقول کو روکو انکی
معانی کی طرف متوجہ مت ہو پس اہل اللہ اور سالکان طریقت تعمیل حکم مین کوتاہی
اور راسخین فی العلم

نہین کرتے اور آیات متشابہات کی معانی اپنے عقل سے نہین نکالتے اور
جنکے دلون مین کجی ہوتی ہے وہ بیشک ہاتھ پاؤن ہلاکر کچھہ معانی اور تفسیر بیان
کرتے ہین گویا اسمین ایک قسم کی آزمایش الٰہی ہے اور جاہلون کی طبیعت چونکہ
ہمیشہ علوم حقیقیہ کو پڑہو اور سیکھو۔ پس یہہ سر اور بھید ہے آیات متشابہات
کے معانی نہ بیان کرنے مین۔ شاید آپ تلویح توضیح کو بھول گئے ہین اسکو دیکھیے تاکہ
آپ کو اچھی طرحسے حقیقت امر سے واقفیت ہوجائے۔ ملا علی قاری نے فقہ اکبر کی
شرح مین لکھا ہے کما ان فی الایات المتشابہات وجب الایمان بہا من
غیر اشتغال بتاویلہا (نمبر ۱ صفحہ ۱) **قولہ** والحجارۃ ای الاصنام وکل مایعبد
دون اللہ **اقول** یعنے اس پتھر سے بت اور معبود ماسوے اللہ مراد ہے یہہ
تفسیر اصحاب رضی اللہ عنہم کی تفسیر کے برخلاف ہے حضرت عبداللہ بن عباس رض
رئیس المفسرین قدوۃ السالکین فرماتے ہین کہ اسجگہ پتھر سے پتھر گندھک کا مراد ہے
نہ مطلق پتھر نیکون اشد واشتن واظلم ھکذا نقل عن ابن مسعود و علی
ابن الحسین و جعفر وغیرھم۔ جلال الدین سیوطی نے اتقان مین لکھا
ہے کہ اگر آیت اور حدیث سے تفسیر نہو سکے تو صحابہ کی تفسیر بمنزلہ تفسیر نبوی کی خیال
کرنی چاہیے اور اسکی تسلیم کرنے مین تساہل نہ چاہیے آپنے یہہ اصول چھوڑدیا
جو تمام مفسرین اہل اسلام کا مسلم ہے (نمبر ۳ صفحہ ۱) **قولہ** ثم استوی قصد الی
السماء الخ **اقول** استوے بمعنے قصد لغت اور اقوال صحابہ اور اکثر ائمہ سلف
کے برخلاف ہے قال فی المعالم قال ابن عباس رض واکثر مفسری السلف
ای ارتفع الی السماء وقال صاحب المجمل الاستواء فی اللغۃ الارتفاع
والعلو علی الشیٔ قال اللہ تعالٰی فاذا استویت انت ومن معک علی
الفلک وقال لتستووا علی ظھورہ قال البخاری رح قال ابو العالیۃ

استوی الی السماء ارتفع رواہ محمد بن جریر الطبری فی تفسیرہ عن الربیع ابن انس وقال خلیل ابن احمد ثم استوی الی السماء ارتفع الی السماء ۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی تفسیر نہ صرف غلط بلکہ قرآن اور حدیث اور اقوال صحابہ وائمہ لغت کی تصریحات بر خلاف ہے عجب معاملہ ہے کہ نام تو تفسیر القرآن بکلام الرحمن رکہا ہے ۔ لیکن بقول شخصے تاڑنے والے بہی قیامت کی نظر رکہتے ہین بنظر عمیق دیکہنے سے گندم نما جو فروش کا سا معاملہ معلوم ہوتا ہے ائمہ حدیث کا تیہہ ہی مذہب ہے کہ استوی کے معنے اسجگہ آسمانون کی طرف چہڑنے کے ہین یعنے خدا ابر آسمان کی طرف چہڑ گیا صرف قصد کے معنے صحیح نہین ہے کما سیاتی تفصیلہ (نمبر ۴ صفحہ ۱۲) قولہ ونعلم الاشیاء کلہا فنحن احق بالخلافۃ اقول تعجب کرتا ہون کہ مفسر صاحب نے کہانسے سمجہا کہ ملائکہ نے علم جمیع اشیاء کا دعوے کیا تہا اور اسپر استحقاق خلافت ثابت کیا ۔ نہ کوئی لفظ قرآن شریف کا اسپر دال ہے اور نہ حدیث نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسپر ناطق ہے اور نہ کسی صحابی کا قول اسپر شاہد ہے ۔ تفسیر بالرائے نہین تو اور کیا ہے (نمبر ۵ صفحہ ۱۲) قولہ واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا حیوا تعظیماً اقول سجدہ بمعنے سلام آجتک ہمنے کسی لغت کی کتاب مین نہین دیکہا اگر مقصود باریتعالے صرف یہہ ہوتا کہ اے فرشتو آدم ؑ کو سلام کرو ۔ تو بجائے اسجدوا کے سلموا یا حیوا ہوتا ۔ اذ لیس فلیس ۔ تفسیر جلالین ۔ بیضاوی ۔ مدارک ۔ جامع البیان ۔ حسینی ۔ جمل ۔ عباسی ۔ عزیزی ۔ معالم ۔ کبیر ۔ تبصیر الرحمن ۔ حقانی وغیرہ جو اسوقت میرے پاس موجود ہین انہین یہہ معنے نہین لکہے ۔ شاید سید احمد نیچری کی یہہ تقلید ہے ۔ تفسیر القرآن کو دیکہتا دیکہتا جب مین اس موقع پر پہونچا تو مجہکو شک ہوا کہ شاید مولوی صاحب نے غلطی یا سہو کاتب سے ایسا لکہا ہے

اس شک کو دور کرنے کے لیے تفسیر ثنائی اردو جو دیکھی گئی تو اوسمین صاف لکھا ہوا پایا کہ اے فرشتو آدم ع کو سلام کرو۔ تب مجھے کامل یقین ہوا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے عمداً ایسا لکھا ہے۔ جمہور مفسرین اہل سنت کی مخالفت کے علاوہ نصوص قرآنیہ کی مخالفت آپکو کیونکر گوارا ہوئی۔ جس شبہ کو رفع کرنیکے لیے آپنے یہہ معنے کیئے ہین ثبوت نسخ کے بعد اٹھنا اوسکا آسان ہے آیت واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ مین آپنے نسخ تسلیم کرلیا ہے گو تفسیر ثنائی اردو مین مسئلہ نسخ کے متعلق کچھہ لغزش آپکو ہوگئی ہے لیکن تفسیر عربی مین آپنے اسکا تدارک کرلیا ہے یا یون جواب دیجئے کہ لام بمعنے الی ہے یعنے آدم ع بمنزلہ کعبہ کے ہوئے اور سجدہ خدا کے لیئے ہوا یہہ آپنے کیا غضب کیا کہ سجدہ آدم سے ہی منکر ہوگئے (نمبر ۶ صفحہ ۱۴) **قولہ** قلنا اھبطوا منھا جمیعا ای استمروا علی الھبوط **اقول** اہبطو بمعنے استمروا علی الہبوط آپکی خاص لغت ہوگی۔ ورنہ لغت عرب سے اسکی شہادت ملنی دشوار ہے۔ ہمارے خیال مین ابتک نہین آیا کہ استمروا علی الہبوط کے کیا معنی۔ کیا خدا کا حکم آدم علیہ السلام اور حوا کو یہہ ہوا تھا کہ تم بہشت سے ہمیشہ اترتے رہو ورنہ اور استمرار علی الہبوط کے کیا معنے اگر یہی مطلب ہے تو علاوہ محال ہونیکے تکلیف مالایطاق لازم آتی ہے فرمایا لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ اگر اس سے آپکی غرض کچھہ اور ہے تو اوسکو ظاہر کیا ہوتا۔ آخر آپ مفسر ہین اور مفسر کا کام کشف اور ایضاح معانی کلام اللہ کا ہوتا ہے۔ اور مفسرین تو اسجگہ لکھتے ہین کہ یہہ جملہ تاکید کے لیئے وارد ہوا ہے قال فی الجمل غرضہ بھذا ان التکریر للتاکید فاندفع ما قلتم (نمبر ۷ صفحہ ۱۴) **قولہ** وظللنا علیکم الغمام فی وادی التیہ ای ارسلنا السماء علیکم مدلاً لان بنی اسرائیل اقاموا فی التیہ اربعین سنۃ فکیف یکون المراد

الظل الممدود اقول حضرت موسے علیہ السلام کی قوم پر وادی تیہ مین بادلون کا سایہ
نہ ہونے پر آپنے کوئی دلیل شرعی نہین لکھی۔ نقلی باتون مین استبعاد عقلی نہین چلتا۔ استبعاد
عقلی اور محال عقلی مین آسمان و زمین کا فرق ہے۔ تفسیر کبیر مین لکھا ہے کہ بنی اسرائیل
پر تیہ مین بادلون کا سایہ ہوتا تھا قال المفسرون وظللنا وجعلنا الغمام تظلکم وذالک فی
التیہ سخر اللہ لھم السحاب یسیر بسیرھم یظلھم من الشمس اس کے موافق تمام مفسرین
اہل سنت نے لکھا ہے اسکا انکار اجماع کا انکار ہے۔ آپ جو یہہ کہتے ہین کہ بنی اسرائیل
اوس جنگل مین چالیس برس سرگردان رہے تو چالیس برس اونپر بادلون کا سایہ
کیسے ہوتا رہا۔ ہم جواباً کہتے ہین کہ اگر چالیس برس بادلون کا سایہ آپکے نزدیک محال
ہے تو چالیس برس اونپر بارش ہونی امحل ہے۔ اگر چالیس برس بارش کا ثبوت
نص سے نہین تو چالیس برس سایہ ابر کا بہی وجود ثابت نہین۔ ہم کب کہتے ہین
کہ چالیس سال اونپر سایہ ہوتا رہا۔ البتہ ہم اور تمام مفسرین اہل سنت نص تظلیل غمام
یعنے بادلون کے سایہ کا معجزہ جو نص قرآنی سے ثابت ہے معترف اور معتقد ہین۔ آپنے
ایسا پہلو اختیار کیا ہے کہ جس سے حضرت موسے علیہ السلام کا یہہ معجزہ ثابت نہین ہوتا
بلکہ الکلام المبین مین آپنے لکھا ہے کہ بادلون کے سایہ سے سوائے تکلیف کے اور کچھہ نہین
بس مراد یہہ ہے کہ مناسب موقعون پر بارشین کی ہم پوچھتے ہین کہ بارش کا موقعہ
مناسب پر ہونا کس لفظ کا ترجمہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس معجزہ کے منکر
ہین بلکہ اسی رسالہ کی عبارت صاف کہہ رہی ہے کہ آپ جیسے اس معجزہ کے منکر ہین ویسے ہی
معجزہ من اور سلوی کے نزول کے بہی منکر ہین آپ الکلام المبین مین لکھتے ہین کہ بنی اسرائیل
کا من نباتات کی قسم سے تہا جو عموماً بارش کے پانی سے پیدا ہوتی ہے ہو جو ہوگی ایسے
تحریرات کو کون ہے جو آپکو اہل حدیث کہے اور حدیث الکمأۃ من المن کے یہہ معنے نہین جو
آپنے سمجھے بلکہ مطلب یہہ ہے کہ جیسے کہ کھنب بلا مشقت پیدا ہوتی ہے ویسے ہی بنی اسرائیل

پر بجا شفقت سن نازل ہوتا تہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دونو معجزون سے منکر ہین
آپ تو لغت عرب کو معیار صحت وسقم تفسیر کا قرار دیتے ہین پہر یہان لغت کو کیون چہوڑا
اپنے اصول موضوعہ آپکی تفسیر کو غلط ثابت کرتا ہی کیا خوب اتباع قرآن وحدیث اسیکا
نام ہے افسوس صد افسوس ے ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی * کین راہ کہ تو میروی
بترکستانست - (نمبر ۸ صفحہ ۱۴) **قولہ** فبدل الذین ظلموا الی ان قال قیل لو ابقولہم انا
لن ندخلہا **اقول** اسجگہ بہی اپنے حدیث کی مخالفت مین کمی نہین کی حضرت صلے
اللہ علیہ وآلہ وسلم کچہہ فرماتے ہین اور آپ کچہہ اور کہہ رہے ہین - قال رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم قیل لبنی اسرائیل ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ فبدلوا فدخلوا
یزحفون علی استاہہم وقالوا حبۃ فی شعیرۃ (صحیح بخاری) یعنی حنطۃ کہا یا دانہ سٹے مین یا یہ
قول مہمل ہے - غرض جو کچہہ بنی اسرائیل کی جانب سے قولی تغیر واقع ہوا سو وہ حبۃ
فی شعیرۃ یا حنطۃ تہا - نہ یہہ کہ انا لن ندخلہا - آپنے اتنا بہی غور نہ کیا کہ وہ قصہ قوم عمالقہ
سے جنگ کرنیکا ہے - اور قصہ دخول قریہ کا جسکو مفسرین اسلام نے بیت المقدس یا
اریحا سے تعبیر کیا ہے - سورت مائدہ اور سورت بقرہ کو اچہی طرح سے پڑہو - آپنے بڑی کوشش (الکلام المبین)
کی ہے کہ دونون کو ایک ہی واقعہ بنایا جائے اور ادخلوا الارض المقدسۃ کے معنے بیت المقدس
کے کئے ہین اور القریہ سے مراد بیت المقدس لیا ہے نقلاً عن قول ابن عباس اسپر گذارش
یہ ہے کہ آپکے نزدیک جب صحابی کی تفسیر ہی حجت نہین تو ابن عباس کا قول آپکو کیونکر
مفید ہو سکتا ہے آپ کوئی قرآنی آیت ایسی لکہتے جس مین قریہ کی تفسیر بیت المقدس (یا ارض مقدسہ) کی ہو
صحابہ کے اقوال سے آپکو کیا غرض ہے (نمبر ۹ صفحہ ۱۴) **قولہ** فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا
عذابا من السماء بما کانوا یفسقون ای اخرمنا ہم بفسقہم بقولہ تعالی فانہا
محرمۃ علیہم **اقول** اسمین بہی آپنے تفسیر نبوی کے برخلاف تفسیر لکہی ہے حدیث
صحیح مین یون آیا ہے کہ رجز طاعون تہا جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا قال علیہ الصلوٰۃ

والسلام ان ھذا الطاعون رجز ارسل او سلط علی من کان قبلکم او بنی اسرائیل (صحیح مسلم) جنگل مین اونکا محروم ہونا حضرت یوشع ع کو زمانہ مین نہتہا۔ بلکہ حضرت موسے ع کے حیات مین تہا۔ اور طاعون کا اونپر نازل ہونا بعد فتح بیت المقدس کے حضرت یوشع ع کے زمانہ مین ہوا پس آیت فانہا محرمۃ سے استدلال صحیح نہین ہو سکتا۔ اور یہ کہنا کہ طاعون رجز کی تفسیر نہین بالکل غلط ہے کیونکہ حمل مین اتحاد شرط ہے پس جیسا یہہ صحیح ہے کہ الطاعون رجز ویسا ہی یہہ بہی صحیح ہے الرجز طاعون تفسیر کبیر مین لکہا ہے بعث اللہ علیہم الطاعون حتی مات من الغداۃ الی العشی خمس وعشرون الفا ولم یبق منہم احد ہم مانتے ہین کہ رجز کو معنے عذاب کے بہی آتے ہین لیکن اس آیت مین رجز کے معنے طاعون کے ہین جو فی نفسہ عذاب ہے لیکن آپکی تفسیر کہ اونکو وادی تیہ مین محروم رکہنا مراد ہے یہ کسی اہل سنت سے منقول نہین پس الکلام المبین مین جو توجیہ کی ہے سب مردود ہے۔ میرے خیال مین اس تفسیر کا ماخذ سید احمد نیچری کی تفسیر ہے

۵ دع عنک اراء الرجال وقولہم × فقول رسول اللہ ازکی واشرح - (نمبر ۱۰ صفحہ ۱۶)

قولہ یسمعون کلام اللہ من غیرہم ای انہم نبذوا کتاب اللہ **اقول** حضرت عبد اللہ بن عباس رض وغیرہ کا قول ہے کہ موسے علیہ السلام نے ستر آدمی بنی اسرائیل مین سے پسند کئے۔ اونہون نے اللہ کا کلام بلا واسطہ سنا جب واپس آئے تو تحریف کر ڈالی اور اللہ کا حکم نہ مانا۔ اس آیت مین وہ ستر آدمی مراد ہین۔ آپکی تفسیر سے یہہ مطلب ظاہر نہین ہوتا چونکہ اللہ تعالے کا کلام بلا واسطہ سننا ایک قسم کا معجزہ حضرت موسے کا تہا جسکو خرق عادت یا خلاف قانون قدرت کہا جاتا ہے۔ پس آپنے ایسی نئے معنے کئے کہ جس سے یہہ معجزہ ثابت ہی نہو۔ چلو چہوٹی ہوئی پنجابی مین مثل مشہور ہے نہ نیتی نہ قضا کیتی۔ (نمبر ۱۱ صفحہ ۱۹) **قولہ** ھاروت و ماروت بدل من الشیاطین **اقول** مفرد کا جمع سے بدل ڈالنا کونسی کتاب نحو مین لکہا ہے۔ لفظ ہاروت و ماروت

کو تثنیہ بنانا ہی آپکی علمیت اور فاضل کہلانیکی کافی دلیل ہے اتنا بھی نہین جانتے کہ معطوف اور معطوف علیہ حکم واحد کا رکہتے ہین نہ تثنیہ کا علاوہ برین بدل اور مبدل مین اسقدر جملہ اجنبیہ سے فاصلہ کہان جائز ہے بالفرض اگر ہاروت اور ماروت کو بدل بناکر شیطان قرار دیا جائے اور کہا جائے کہ ملائکہ مین سے نہ تہے بلکہ شیطانون مین سے تہے جیساکہ آپکی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے تو صحیح حدیث کا انکار لازم آتا ہے۔ حاکم نے سند صحیح سے اور بیہقی نے سنن کبرے مین حضرت ام المومنین عائشہ رضہ سے روایت کی ہے کہ ایک عورت اہل دومۃ الجندل سے بعد انتقال پر ملال جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ طیبہ مین آئی الخ اسیطرح ابن منذر نے اوزاعی سے نقل کیا ہے۔ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی پارہ اول مین بڑی بسط اور تفصیل کے ساتھ اس قصہ کو کہا ہے خوف طوالت سے مین نے یہان نقل نہین کیا۔ حوالہ کافی سمجھتا ہون غرض اس حدیث سے ہاروت و ماروت کا فرشتون سے ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مخالفون کے اعتراضات جو اس قصہ پر وارد ہوتے ہین سب کے جوابات تفسیر عزیزی مین مفصل لکھے ہوئے ہین۔ صریح لفظ قرآن شریف وما انزل علے الملکین کا مدلول سطابقی اور احادیث صحیحہ مرفوعہ اور اقوال صحابہ کرام اور کتب سابقہ کے عبارات پورے طور سے کہہ رہے ہین کہ ہاروت و ماروت فرشتے تہے۔ سب سے بڑھکر یہ امر ہے کہ اس قصہ کو گروہ عظیم نے نقل کیا ہے۔ البتہ مین بہی یہہ کہونگا کہ اصل قصہ بے شک صحیح ہے اسمین کسی قسم کی افراط تفریط ہونیسے نفس قصہ کی صحت مین تامل کرنا دور از انصاف ہے بڑے بڑے اہل حدیث نے اسکو صحیح کہا ہے قال الشیخ زکریا الانصاری الحق ما افاد شیخنا الحافظ الشهاب ابن حجر ان لها طرقاً تفيد العلم بصحتها فقد رواها مرفوعة الامام احمد وابن حبان والبيهقي وغيرهم وموقوفة على علي وابن مسعود وابن عباس وغيرهم باسانيد صحيحة هذا كله في كتاب

الزواجر ان شئت التفصیل فلطالعها (نمبر ١٢ صفحہ ١٢) **قولہ** حتی غایۃ لرفع الحاجۃ
لا لنسخ الحکم **اقول** ارہائی اینٹ کی آپکی مسجد ہمیشہ سب مفسرین سے علحدہ ہی رہتی
ہے۔ آپکے نزدیک یہہ آیت منسوخ نہین اور مفسرین اسکو منسوخ مانتے ہین۔ معالم
التنزیل مین لکہا ہے کہ آیت سیف یعنے فاقتلوا المشرکین نے اسکو منسوخ کیا اور
حتی یاتی اللہ بامرہ سے مراد قتل مشرکین ہے۔ جمہور مفسرین بہی اسی طرف گئے ہین
رفع حاجت جسکو آپ مغیا قرار دے رہی ہین ما قبل حتی کے اوسکا ذکر نہین۔ اب آپ
ہی ازرا انصاف فرماوین کہ آپکی تفسیر کہانتک صحیح ہے (نمبر ١٣ صفحہ ١١) **قولہ** من بعد
میثاقہ فی الدنیا عند احتیاجہم الی اللہ تعالے **اقول** اگر یہ کتاب اللہ پر زیادتی
اپنی رائے سے نہین کی تو اور کیا ہے کیا میثاق انکا دنیا مین ہوا تہا یا روز ازل جبکہ فرمایا
الست بربکم قالوا بلی شہدنا والمعنی اللہ سبحانہ لما خلق ادم ومسح ظہرہ بیمینہ
فاستخرج منہ ذریۃ واخذ علیہم العہد وہولاء ہم عالم الذر وہذا
ہو الحق الذی لا ینبغی العدول عنہ ولا المصیر الی غیرہ لثبوتہ مرفوعا الی
النبی صلے اللہ علیہ وسلم وموقوفا علی غیر واحد من الصحابۃ (فتح البیان)
اس سے معلوم ہوا کہ عہد اونکا روز ازل ہوا نہ دنیا مین۔ پہر آپکا کہنا ہم کیونکر مان لیوین
آپ نہ کوئی حدیث پیش کرتے ہین اور نہ آیت (نمبر ١٤ صفحہ ١٢) **قولہ** فثم وجہ اللہ توجہہ
سبحانہ بالقبول۔ **اقول** یہہ بہی سلف صالحین اور جمہور مفسرین اہل سنت کے
برخلاف ہو۔ وجہ کے معنے اسجگہ قبلہ اور جہت سو درست ہو۔ قال فی الجمل قبلتہ التی
رضیہا عبارۃ غیرہ فثم وجہ جہتہ التی ارتضاہا قبلۃ وامر بالتوجہ نحوہا
انتہی۔ وفی المختار الوجہ والجہۃ بمعنے والہاء عوض من الواو پس یہہ کہنا کہ جدہر
موہنہ پہیرو تم ادہر ہی ہے اللہ کی توجہ بالقبول غلط اور غیر صحیح ثابت ہوا بلکہ صحیح یون ہے
کہ جدہر تم موہنہ کرو ادہر ہی ہے جہت اور قبلہ اللہ کا۔ یعنی اوسکا بنایا ہوا کیونکہ

تمام چیزون کا خالق وہی ہے خالق کل شی لا الہ الا ھو - الا لہ الخلق والامر -
اس آیت کا شان نزول اور لغت عرب اور سیاق و سباق اگلی تفسیر کو مردود کرتا
ہے (نمبر ۱۵ صفحہ ۲۳) قولہ الا من سفہ نفسہ ای اجہل نفسہ اقول اس
وقت مجھکو ایک حکایت یاد ائی جو بعض لوگون کو شاید معلوم ہوگی کہ ایک جاہل
کسی گاؤن مین گیا - اور کسی مسجد یا تکیہ مین ایسا سکوت اختیار کیا کہ تمام لوگ
سمجھ گئے کہ یہہ شخص بڑا فاضل اور لائق ہے کچہہ عرصہ اسیطرح گذرا لوگون کا ہجوم
وازدحام اسقدر ہوا کہ تل پہنکنے کی جگہہ بہی نہ رہی - مثل بہنبہونکی گرد اگرد اوسکے جمع ہوگئی
اتفاقاً ایکروز اوسکی زبان سے ایسا لفظ نکلا کہ لوگ حیران ہوئے اور سمجھ گئے کہ
یہہ تو پرلے درجہ کا جاہل ہے - ؎ چو در بستہ باشد چہ داند کسی * کہ جوہر فروش
است یا پیلہ ور - سنتے ہی تمام مجمع منتشر ہوگیا - اور وہ تن تنہا رہگیا - پہر کیا تہا جون
ہی یہہ حالت ناگفتہ بہ دیکہی فوراً بوریا بسترہ باندہا اور چلتا بنا - سو آپکا حال ہے کہ
اگر ایسی تفسیر نہ لکہتے تو قلعی نہ کہلتی - اور نہ زمرہ علما مین ندامت اوٹہانی پڑتی
بہلا یہہ تو فرمائے کہ اجہل باب افعال سے کسنے لکہا ہے - اور سفہ فعل لازمی کی تفسیر
اجہل فعل متعدی سے کسنے کی ہے - برین عقل و دانش ہزار آفرین - اور اجہل
اسم تفضیل تو یہان چسپان ہو ہی نہین سکتا - اسکے جواب مین یہہ کہنا کہ یہہ
تو سہو کاتب ہے اتنے کہنے سے کیا خلاصی ہو سکتی ہے خصوصاً جبکہ بڑی کوشش
سے تفسیر کا اغلاط نامہ مرتب کیا گیا ہو - اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ مین مادہ علمی
تفسیر بنانیکا تو درکنار تفسیر سمجھنے کا سلیقہ نہین - ہاتھہ کنگن کو آرسی کیا - علوم عربیہ
مین آپکو کچہہ مہارت نہین ورنہ ایسی ڈبل غلطی کیون کہاتے - تفسیر کبیر مین لکہا ہے
قال الحسن الا من جہل نفسہ وخسر نفسہ وحقیقتہ انہ لا یرغب عن
ملۃ ابراہیم الا من جہل نفسہ الخ اس سے معلوم ہوا کہ اجہل باب افعال

سے لکھنا نہ صرف جہالت ہے بلکہ عدم واقفیت ہی تفاسیر اہل سنت پر۔
(نمبر ۶ اصفحہ ۴ ۲) **قولہ** امۃ وسطاً ذا فضیلۃ **اقول** یہ بھی حدیث صحیح کے برخلاف ہے۔ آپ نے وسط کی تفسیر صاحب فضیلت سے کی ہے۔ اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدل سے فرمائی ہے۔ قال فی الفتح وقد ثبت عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم تفسیر الوسط ھھنا بالعدل رواہ احمد والترمذی وصححہ النسائی وغیرھم فوجب الرجوع الی ذلک۔ جب تک قول اور فعل مین تابعداری اللہ اور رسول کی آپ نکرینگے دعوی اہل حدیث ہونیکا جہوٹھہ ہی خصوصاً تفسیر القرآن مین۔ (نمبر ۷ اصفحہ ۲) **قولہ** وان الذین اوتوا الکتاب الخ الی ان قال لما فی کتبھم من التصریحات الخ **اقول**۔ کلام بے ربط اور بے تعلق کو آیت کی تفسیر مین لانا کونسی دانائی ہے۔ اس آیت مین ذکر قبلہ کی طرف توجہ کرنیکا ہے۔ اور جس عبارت کو آپنے توراۃ سے نقل کیا ہے اوس سے صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر آخر الزمان محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہونگے چنانچہ آپنے بہی بعد اختتام اسی عبارت کی ہمارے مطلب کی تصریح کی ہے باین الفاظ فھذہ وامثالہا کلہا اشارۃ الی ظہور خاتم الانبیاء محمد ن المصطفے صلے اللہ علیہ وسلم پس قبلہ کو اس سے کیا تعلق۔ فلا یتم التقریب۔
(نمبر ۸ اصفحہ ۲) **قولہ** یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم ای التحول الی الکعبۃ **اقول** تمام مفسرین اہل سنت نے لکھا ہے کہ یعرفونہ کا ضمیر منصوب محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پہرتا ہے اور آپ تحول کی طرف پہیرتے ہین۔ یعرفونہ محمد ابنعتہ وصفتہ (جامع البیان) معلوم نہین کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو جمہور مفسرین سے کیا کاوش ہے کہ خواہ نخواہ بہی اونکی مخالفت پر تلے ہوئے ہین۔ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ید اللہ علے الجماعۃ دوسری حدیث مین فرمایا من

فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه باوجود اتنی تاکید کے پہربہی امرتسری مفسر صاحب کو نہ سوجہی کہ مین سلف صالحین اور جمہور امت کی مخالفت نکرون۔ (نمبر ۱۹ صفحہ ۲۶) **قولہ** یات بکم اللہ ای یجمعکم ایام الحج لقولہ تعالی واذ جعلنا البیت **اقول** ایام حج مین جمع کرنیکا اسجگہ ذکر نہین اگر ایسا ہو تو صریح واقع کی برخلاف ہوگیا سب پر حج فرض ہے۔ جمہور مفسرین کہتے ہین کہ آیت کا ترجمہ یہہ ہے کہ لائیگا خدا تم سبکو۔ مطلب یہہ کہ اللہ تعالی قیامت کے دن سبکو اوٹہائیگا۔ اہل حق اور اہل باطل مین امتیاز کے لئے جزا اور سزا دینے کے لیے میدان محشر مین سبکو جمع کریگا (جامع البیان) نجشش کہ ایلہ دیکہا ذیکہ۔ معلوم نہین کہ آپ ایسی معنے کہان سی کہتی ہین کہ جنکا ثبوت نہ حدیث سی نہ اقوال صحابہ وائمہ مجتہدین سے کیا تفسیر القرآن بالقرآن یہی ہے (نمبر ۲۰ صفحہ ۳۱) **قولہ** ان ترک خیرا الوصیۃ الی ان قال بین سبحانہ ھذہ الوصیۃ لقولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین الخ **اقول** یہہ بہی تفسیر نبوی کے برخلاف ہی یہہ وصیت اور ہے اور آیت میراث مین وصیت اور آیت یوصیکم مین وصیت کی معنے عہد کی ہین۔ اور آیت مذکورہ مین وصیت سے مراد وہ وصیت ہی جو مرنیوالا پس ماندگان کے لیے کرتا ہی یہہ وصیت قبل نزول آیت میراث اقارب کے لیے واجب تہی۔ آیت میراث نے اسکو منسوخ کیا۔ دیکہو حدیث صحیح مین یون آتا ہی ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث علماء حنفیہ وشافعیہ ومالکیہ وحنبلیہ واہل حدیث بلکہ کل امت قائل ہے کہ آیت ان ترک خیرا الوصیۃ کی وصیت وارثون کی لیے منسوخ ہی آپکی تفسیر سی اسکا منسوخ ہونا ثابت نہین ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ آپکی تفسیر تفسیر نبوی اور تمام تفاسیر اہل سنت کی برخلاف ہی آپکو اگر نسخ برا معلوم ہوتا ہے تو آیت

ما ننسخ من آیۃ اور واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ مین نسخ کا کیون اقرار کیا (نمبر ۱۱ صفحہ ۳) **قولہ** شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ای انزل فی فریضۃ صیامہ حکم القرآن لتفریع قولہ فمن شہد منکم الشہر الخ **اقول** یہہ بہی صریح آیت کی تحریف ہے آپکی غرض یہہ ہے کہ آیت کے معنے درست یون ہیہ کہ رمضان کی فرضیت کے متعلق قرآن مجید مین حکم نازل ہوا۔ اتنی تحریف کی آپکو کیا ضرورت پیش آئی تمام مفسرین اہل سنت نے اسکے معنے یون کئے ہین کہ ماہ رمضان مین قرآن مجید نازل ہوا جیسا دوسری آیت نے خود ہی اسکی تفسیر کی ہے فرمایا انا انزلناہ فی لیلۃ القدر اور انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ۔ پس بحکم القرآن یفسر بعضہ بعضا مشہور معنے درست ہین اور آپکی تفسیر اس لیے کہ قرآن اور حدیث کے برخلاف ہی مردود ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نیچری نے بہی اسی کے موافق ترجمہ لکہا ہے اور حاشیہ مین اس توجیہ کو پسند کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ آجکل آپکو ذرا نیچریون کی طرف رغبت چونکہ زیادہ ہے لہذا اونکی تفسیر کو آپنے بہی پسند کیا ہے ایسے اندہی تقلید حرام ہے (نمبر ۱۲ صفحہ ۳) **قولہ** والفتنۃ اشد من القتل ای مکرہم اللیل والنہار۔ **اقول** ؎ شاباش برین ہمت مردانہ تو۔ پچہلے بزرگون سے جب تک ایک قدم آگے نہ ہینگے تو آپکا نام کیسے ہوگا۔ جمہور صحابہ اور تابعین اور سلف خلف اور عامہ اہل سنت نے اسجگہ فتنہ کی تفسیر شرک سے کی ہے فسر الفتنۃ بالشرک ہہنا عامۃ السلف من الصحابۃ والتابعین (حاشیہ جامع البیان) اور آپ فتنہ کے معنے مکر اور فریب سے کرتے ہین (نمبر ۱۳ صفحہ ۳) **قولہ** احل لکم ای ابیح لکم ابتداءً او لا بعد المنع **اقول**۔ بس صاحب یہہ تفسیر آپکی آپکو ہی مبارک رہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ یہہ کیا تفسیر ہے جس مین تفسیر نبوی کی مخالفت بہری ہوئی ہے جمہور امت کے علماء حتی کہ مذاہب اربعہ کے مقتداؤن نے بہی تسلیم کیا ہے کہ ابتداء اسلام مین یہہ حکم تہا کہ اگر رمضان کو رات کو سو جائے یا عشا کی نماز پڑہ لے تو کہانا اور پینا اور جماع حرام ہو جاتا۔ پہر اللہ تعالے نے مہربانی فرماکر اس حکم کو منسوخ کیا وایضاح ذلک انہ کان فی ابتداء الامر اذا افطر

الرجل حل له الطعام والشراب والجماع الى ان يصلى العشاء الاخرة او يرقد قبلها
فاذا صلیها او رقد قبلها حرم علیه ذلک الی اللیلة القابلة فواقع عمر رض اهله
بعد ما صلى العشاء فلما اغتسل اخذ یبکی و یلوم نفسه فاتی النبی صلی الله
علیه وسلم واعتذر الیه فقام رجال واعترفوا بالجماع بعد العشاء فنزل
فیه احل لکم الخ) اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کی راتوں مین حضرت م کے حکم سے
جماع وغیرہ منع ہوا تھا ورنہ حضرت عمر رض وغیرہ کو معذرت کی کیا حاجت تھی۔ جن لوگون نے
صحابہ رض کے حالات پڑھے یا سنے ہین وہ خوب جانتے ہین کہ صحابہ رض کوئی بات بدون
حکم حضرت م کے نکرتے تھے اور نہ کبھی اپنی رائے کو احکام شرع مین دخل دیتے تھے حضرت
علی رض سے منقول ہے لو کان الدین بالرای لکان اسفل القدم اولی من اعلاہ
بالمسح ولنعم ما قیل ؎ گر باستدلال کار دین بودے ✤ فخر رازی راز دار دین
بودے۔ ابو داؤد مین لکھا ہے کان الناس علی عهد رسول الله صلی الله علیه
وسلم اذا صلوا العتمة حرم علیهم الطعام والشراب یہہ ہی حدیث صاف دلالت
کرتی ہے کہ حلت مذکورہ بعد المنع نازل ہوئی ہے۔ اسیواسطے بعض مفسرین نے لکھا
ہے کہ اس سے سنت کا قرآن سے منسوخ ہونا ثابت ہوتا ہے وفیه جواز نسخ السنة
بالقرآن۔ احادیث صحیحہ اور اقوال صحابہ کے ہوتے ہوئے حاشیہ مین اسقدر سینہ زوری اور تعصب کرنا
انکار نسخ نہین تو اور کیا ہے۔ خدا ایسی سمجھہ کسی کو نہ دے آمین ثم آمین۔
(نمبر ۲ صفحہ ۳) قوله فی ایام معدودات هی ثلاثة ایام منی فی الحج اقول
اسکی غلط ہونے مین کسکو شک ہے۔ تمام تفسیرون مین لکھا ہے کہ ایام معدودات
چہار یوم ہے دس تاریخ سے تیران تک وهی اربعة ایام یوم النحر وثلاثة ایام
بعده جمهور بلکہ جماهیر السلف تفسیر کبیر مین لکھا ہے فعلمنا ان الایام المعدودات
هی ایام التشریق اسکی ثبوت مین ایک حدیث بہی لکھی ہے اور اسکے آگے لکھا ہے وهذا

الایام الثلاثة مع یوم النحر کلها ایام النحر و ایام رمی الجمار فی هذه الایام الاربعة
اس سے معلوم ہوا کہ ایام معدودات چہار یوم ہین دسوین اور تین روز بعد اسکے جکو ایام
تشریق بہی بولتے ہین ایسی مخالفت پر آپکی تفسیر کب مقبول ہوسکتی ہے - ایسی ردی تفسیر
اگر آپ نہ لکہتے تو تمام جہان مین بدنامی کیون ہوتی اور علماء کرام اسکے رد مین فتوے
کیون دیتے ؎ تا مرد سخن نگفتہ باشد * عیب و ہنرش نہفتہ باشد - (نمبر ۲ صفحہ ۳۱)

قولہ فان خرجن بانفسهن الی ان قال فلیس علی ورثة المیت اثم الخ **اقول**
جمہور صحابہ اور اکثر ائمہ سلف کا قول ہے کہ یہہ حکم منسوخ ہے ناسخ اس حکم کا آیت
یتربصن بانفسهن اربعة اشهر و عشرا ہے لیکن آپکی تفسیر سے اسکا نسخ ثابت نہیں
ہوتا - پس صحابہ اور اہل حدیث کی مخالفت آپکے ہی حصہ مین آئی ہے آپکو سلامت رہو
؎ چون نداری کمال و فضل آن بہ * کہ زبان در دہان نگہداری - (نمبر ۲ صفحہ ۴۹) **قولہ**

قولہ وسع کرسیه السموات ای علمه و حکومته **اقول** تمام اہل حدیث
کا مذہب ہے کہ خدا کی کرسی ایک شی موجود و مخلوق کا نام ہے علم اور حکومت
جو ایک ذہنی امر غیر موجود فی الخارج ہے اسکو کرسی نہین کہتے - حدیث مین آیا ہے
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیده ما السموات
السبع عند الکرسی الا کحلقة ملقاة بارض فلاة و ان فضل العرش
علی الکرسی کفضل الفلاة علی تلک الحلقة - حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
قسم کہا کر فرمایا کہ ساتون آسمان کرسی کے نزدیک ایسے ہین کہ جیسے انگوٹھی وغیرہ
زمین صاف پر ہو - اور عرش رب العلمین کی فضیلت کرسی پر ایسی ہے جیسے زمین
کی اس انگوٹھی پر - اس حدیث کو حاکم و ابن جریر اور ابن مردویہ اور بیہقی نے
روایت کیا اور کہا کہ یہہ حدیث صحیح ہے - حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہین کہ
کرسی موضع قدم رب العلمین کا نام ہے - پس آپکی تفسیر تفسیر نبوی اور تفسیر صحابہ

کے برخلاف ہے۔ اور معتزلہ جہمیہ نیچریہ وغیرہ فرق ضالہ کے موافق و مطابق ہے۔ المرء مع من احب۔ (نمبر ۲ صفحہ ۲۴) **قولہ** فصرھن الیک ای اجعلها مائلة الیک بحیث اذا ترکتها تمیل الیک۔ **اقول** آپکی اس تقریر سے حضرت ابراہیم ع کا معجزہ اور کیفیت احیاء موتی اور اطمینان قلبی حضرت ابراہیم ع کا ثابت نہیں ہوتا۔ اس تفسیر مین نیچری وغیرہ گمراہ فرقہ اپکے پیشقدمی اور سبقت لیگئے ہین۔ آپنے صرف انکی کاسہ لیسی کی ہے اور بس۔ گمراہ لوگ کہتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جانورون کا قیمہ نہین کیا البتہ اپنی طرف انکو ہلایا اور گہجایا تہا۔ بدنصیبون سے پوچہنا چاہئے کہ اس صورت پر صریح نص کی مخالفت لازم آتی ہے اور جواب و سوال مین مطابقت نہین ہوتی امام بخاری نے لکہا ہے صرھن قطعھن یعنی صرہن کے معنے قیمہ کرو انکو ہے۔ اور جس لغت مین صرھن کے معنے ہلانا لکہا ہے اوس مین ٹکرے ٹکرے کرنا بہی لکہا ہے۔ گویا ایک ہی لفظ کے دو معنے ہوئے اسیواسطے جلالین مین لکہا ہے صرھن املھن و قطعھن ان تمام باتون کو چہوڑکر اگر آپ لفظ جزء کی طرف توجہ کرین تو فطرت رہنمائی کریگی کہ جزء سے مراد ہر واحد کی جزء ہے نہ مجموعہ من حیث المجموع کی لکونہ متبادرا الی الفہم والتبادر علامة الحقیقة امام رازی نے بہی تفسیر کبیر مین بڑے زور سے لکہا ہے کہ جانورون کو قیمہ کیا گیا۔ اللہ تعالی نے اپنے خلیل کی دلجوئی اور اطمینان قلبی کے لئے مردہ جانورون کو زندہ کیا۔ اور یہہ کہنا کہ امام رازی نے ابو مسلم منکر ذبح طیور کے استدلالات کا جواب نہین دیا اور خود ہی معتقد تہا کہ ٹکڑے ٹکڑے نہین ہوئے سراسر غلط اور افترا ہے۔ دیکہئے مین پوری عبارت تفسیر کبیر کی نقل کرکے بتادیتا ہون کہ امام نے ابو مسلم کے قول کا بڑے زور سے رد کیا اور ثابت کیا کہ جانور ذبح ہوئے تہے اور پہر اللہ کے حکم سے زندہ ہوئے۔ واحتج القائلون بالقول المشہور بوجوہ الاول ان کل المفسرین الذین کانوا قبل ابی مسلم اجمعوا علی انہ حصل ذبح تلک الطیور و تقطیع اجزائہا فیکون انکار ذلک انکار الاجماع

والثانی ان ماذکرہ غیر مختص بابراھیم علیہ السلام فلا یکون لہ فیہ مزیۃ علی الغیر والثالث ان ابراھیم اراد ان یریہ اللّٰہ کیف یحیی الموتی وظاھر الایۃ یدل علی انہ اجیب الی ذلک وعلی قول ابی مسلم لا یحصل الاجابۃ والرابع ان قولہ ثم اجعل علی کل جبل منھن جزءًا یدل علی ان تلک الطیور جعلت جزءًا جزءًا قال ابو مسلم فی الجواب عن ھذا الوجہ انہ اضاف الجزء الی الاربعۃ فیجب ان یکون المراد بالجزء ھو الواحد من تلک الاربعۃ والجواب ان ماذکرتہ وان کان محتملًا الا ان حمل الجزء علی ماذکرناہ اظھر والتقدیر فاجعل علی کل جبل من کل واحد منھن جزءًا او بعضًا الخ

یہہ عبارت تو صاف دلالت کرتی ہے کہ امام ذبح طیور کا معتقد تہا کیونکہ اول ابو مسلم کا قول مع اوسکی دلائل کے لکہنا اور بحث کر آخیر پر مشہور قول کی تائید کرنی اور ابو مسلم کو منکر اجماع کہنا اور ساتہہ ہی یہہ بہی لکہنا کہ ظاہر آیت کا اسپر دال ہے کہ او نکے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے ان تمام وجوہات سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کا ہرگز یہہ خیال نہ تہا کہ جانور ذبح نہیں ہوئے ہمارے ہمعصر مفسر امرتسری نے امام مذکور کو معتزلی بنانیکی بڑی کوشش کی لیکن الحمد للہ کہ وہ اس میں بہی ناکام یاب رہے اس تقریر سے یہہ بہی معلوم ہوا کہ امام نے ابو مسلم کو اجماع شرعی کا منکر قرار دیا ہے دوسرا یہہ کہ مشہور اسجگہ خلاف تحقیق پر نہیں بولا گیا اور نہ یہ کوئی مسلم مسئلہ معقولات کا ہے کہ ہر جگہ مشہور خلاف تحقیق کے آتا ہے ورنہ کسی کتاب کا حوالہ دیا ہوتا فانخسف ما قلت فی الکلام المبین۔ تفسیر کبیر کے سمجہنے کی اگر لیاقت نہ تہی تو تفسیر حقانی اردو ہی دیکہہ لی ہوتی اسمیں مولوی عبد الحق صاحب دہلوی نے لکہا ہے۔ خدا نے فرمایا تو چار پرند جانور لیکر چند روز انکو اپنے پاس رکہہ پہر سب کا قیمہ کرکے تہوڑا تہوڑا پہاڑ کی مختلف چوٹیوں ٹیلوں پر رکہہ دے اور پہر ایک کو بلا تیرے پاس دوڑ کر چلا آویگا چنانچہ حضرت ابراہیم ؑ نے مور کبوتر۔ اور مرغ۔ اور کوا لیا۔ اور ایسا ہی جسے کیا۔ پہر جسکو پکارا اوس کے اجزا مجتمع ہوکر

زندہ ہوا اور ابراہیم ع کے پاس دوڑتا ہوا چلا آیا۔ افسوس کا مقام ہے کہ تفسیر عربی مین تو
اپنے جو کچھہ دست اندازی اور تحریف کی تہی سو وہ بجز عربی دانون کے اور کسیکو معلوم نہ تہی لیکن
رسالہ ترک اسلام بر ترک اسلام اردو مین جو کچھ آپنے زہر اگلا ہے اوسکا اثر ہر اردو خوان پر بہی
پڑیگا یا نہ تبلائی کہ خدا کو کیا جواب دوگے یا ایہا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا
الناس والحجارۃ (نمبر ۲ صفحہ ۱۱) قولہ والا فالنسخ الاصطلاحی لا یکون الا فی الانشاءات
اقول آپکی تقریر کا لب لباب یہہ ہی کہ آیت وان تبدوا ما فی انفسکم منسوخ نہین۔ مین کہتا
ہون کہ یہ صریح حدیث کا انکار ہی۔ صحیح مسلم اور مسند امام احمد مین حضرت ابوہریرہ اور ابن
عباس سے روایت ہی کہ جب یہہ آیت نازل ہوئی۔ صحابہ کرام کو سخت غم پہونچا۔ اور حضرت
کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم تو ہلاک ہو گئے۔ کیونکہ ہم لوگون کے دل ہمارے اختیار
مین نہین۔ کئی قسم کے خطرات و وسواس دل مین پیدا ہو جاتے ہین اگر ہمارا حساب ہو تو
فرمائے کہ پہر ہم لوگونکا ٹہکانا کہان ہوگا چونکہ آپ رحمۃ للعالمین تہے سنتے ہی ارشاد فرمایا کہ تولوا سمعنا
واطعنا فقالوھا فنزلت امن الرسول الخ فنسختھا وتجاوز لھم عن حدیث النفس۔
تفسیر کبیر مین اسکے بعد اور بہی الفاظ حدیث کے آئے ہین فنسخت ھذہ الایۃ فقال النبی صلعم
ان اللہ تجاوز عن امتی ما حدثوا بہ انفسھم ما لم یعملوا او تیکلموا بہ۔ خلاصہ کلام یہہ ہی
کہ دلکے خیالات اور وساوس کو اللہ تعالی نے معاف فرما کر حکم آیت ان تبدوا کو منسوخ کیا۔
حضرت علی رض جو شہر علم کے دروازہ تہے اور حضرت ابن عباس جو رئیس مفسرین اور حبر امت تہے اور کعب
احبار و ابن مسعود وغیرہ جو اصحابہ مین سے جلیل القدر تہے سب کا یہی مسلک تہا کہ یہ آیت
منسوخ ہی۔ رہا یہہ اعتراض کہ نسخ انشائین ہوتا ہی نہ خبر مین اور آیت ان تبدوا خبر ہے۔ جواب اسکا
یہہ ہی کہ وہ خبر جو حکما انشا ہو اسمین بہی نسخ جائز ہے۔ دیکہو حاشیہ صحیح بخاری وما تعلق من الاخبار
بالامر والنھی فالنسخ فیہ جائز۔ چونکہ آپکا دل نخریون کی طرح النسخ سے گہبراتا ہے۔ ایسے ہی تبدوا
کے معنے تعقلوا سے کئے ہین۔ اب کہئے کہ آپکی تفسیر نص قرآنی اور حدیث نبوی اور اقوال صحابہ کے برخلاف

ہے وحقیقۃ المکر فی العین خیلۃ یجلب بھا غیرہ الی مضرۃ ولا یسند الی اللہ تعالی الا علی سبیل المقابلۃ (نمبر ۳۲ صفحہ ۲) **قولہ** وبثلثۃ الاف فی غزوۃ احد **اقول** اکا مطلب یہہ ہے کہ جنگ احد مین تین ہزار فرشتے مسلمانون کی امداد کے لیے نازل ہوئے تھے محققین لکھتے ہین کہ جنگ احد مین اصحابہ کی امداد کے لئے ملائکہ نازل نہین ہوئے۔ کیونکہ اصحابہ سے اس غزوہ مین صبر نہین ہو سکا۔ البتہ غزوہ بدر مین ملائکہ نازل ہوئے تہے وقالو لم یحصل الامداد یوم احد لا بخمسۃ الاف ولا بثلثۃ لان المسلمین لم یصبروا بل فروا (جامع البیان) تفسیر کبیر مین ایسا ہی لکھا ہے والجواب عنہ من وجھین الاول ان انزال خمسۃ الاف من الملئکۃ کان مشروطا بشرط ان یصبروا ویتقوا فی المغانم ثم انھم لم یصبروا ولم یتقوا فی المغانم بل خالفوا امر الرسول صلعم فلما فات الشرط لا جرم فات المشروط الخ (نمبر ۳۳ صفحہ ۱) **قولہ** انی ھذا ای من این ھذا۔ **اقول** اس موقع پر کلمہ استفہام مکان اور زمان کے لیے نہین آیا۔ بلکہ سوال عن الحال بر سبیل تعجب کے لیے وارد ہوا ہے۔ جامع البیان کے حاشیہ مین لکھا ہے ای کیف اصابنا ھذا الکسر والقتل ونحن نقاتل اعداء اللہ ثم فانی سوال عن الحال علی سبیل التعجب ولا ینا سب ان یکون انی بمعنی این و متی لان الاستفہام لم یقع ھھنا من المکان والزمان ایسی ہی تفسیر پڑھنے سے لیاقت پیدا ہوتی ہے اور نہ کسی مدارس عربی کے نصاب تعلیم مین داخل ہونیکو قابل ہے اس پر بھی مفسر امرتسری صاحب جامہ مین ہوئے نہین سماتے کہیں تو اپنے آپکو فاضل لکھتے ہین اور کہیں مفسر وغیرہ (نمبر ۳۴ صفحہ ۳) **قولہ** بقربان تاکلہ النار ای بحراق الکاھن بالنار اسکی حاشیہ مین لکھا ہے والعجب ممن قید النار بالسماوی لیت شعری من این اخذ ھذا القید **اقول** اسکا مطلب یہہ ہے کہ آسمانی آگ کا قربانی کو جلانا جسکو تمام مفسرین اہل سنت نے مانا ہے ثابت نہین ہے بلکہ مطلب یہہ ہے کہ کاہن دنیا کی آگ سے جلا ہوے۔ تمام مفسرین

میوہ نہین آتا تہا پس کوئی معجزہ نہوا۔ البتہ حضرت ذکریا علیہ السلام نے جب مریمؑ سے سوال کیا تو مریم نے فرمایا کہ خدا کی طرف سے آیا ہی یہہ اُنکی عادت تہی کہ جب اُنسے کوئی سوال کرتا تو یونہی فرمایا کرتی تہین۔ اسمین کوئی خرق عادت بات نہین پائی جاتی ای کے موافق ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نیچری نے اپنے ترجمۃ القرآن مین لکہا ہی اگر معجزہ اور خلاف قانون قدرت نہین تہا تو حضرت ذکریاعؑ نے خدا سے اپنے لیئے بیوقت اولاد کیونکر مانگی ھنالک دعا ذکریا ربہ جمہور مفسرین اہل سنت کا قول ہے کہ یہ رزق مریم عید غیب سے غیر موسمی آتا تہا اصحابہؓ کا بہی یہہ ہی قول ہی در منثور مین آثار صحابہ بکثرت موجود ہین کہ بہشتی میوہ آتا تہا۔ درمنثور کی حدیث جسکو حضرت فاطمہ سے آپنے جابر بن عبد اللہ سے نقل کیا ہی اُس سے بہی معجزہ ثابت ہوتا ہے پس یہ حدیث اہل سنت کے موافق ہی مخالف البتہ آپکے مخالف ہی کیونکہ الفاظ حدیث کی دلالت کرتے ہین کہ معجزہ تہا جیسے ہم زیر بحث آیت مین معجزہ مانتے ہین ویسا ہی حدیث مین بہی معجزہ تسلیم کرتے ہین معجزہ تسلیم کرتے ہین بخلاف آپکے کہ آپ دونو معجزون کے منکر ہین۔ امام رازی نے تفسیر کبیر مین اس معجزہ پر پانچ وجہ سے استدلال کیا ہی اور کہا کہ یہہ معجزہ ضرور ہوا ہی کما قال اما ان یکون خارقاً للعادۃ اولا یکون فان قلنا انہ غیر خارق للعادۃ فہو باطل من خمسۃ اوجہ الخ سلف صالحین کی مخالفت اور سید احمد نیچری کی تقلید مذموم سے یہہ خرابی پیش آئی کہ آپ مسلمہ معجزات سے منکر ہو رہے ہین من یہدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ (نمبر ۱۲ صفحہ ۵۰) **قولہ** مکروا ومکر اللہ اخفی امرہٗ فی حفاظتہ۔ **اقول** مکر بمعنے اخفاء امر جمہور مفسرین اہل سنت کے برخلاف ہی علماء متقدمین ومتاخرین مین کسی نے آجتک خدا کو مکار نہین کہا۔ لیکن آپنے بغیر سوچے سمجہے اسکے موافق ترجمہ کی اسلام مین لکہدیا کہ خدا کو مکار کہنا صحیح ہے نعوذ باللہ من ذالک اتنا بہی غور نکیا کہ خدا کی تمام نام توقیفی ہین قیاسی نہیں۔ مخالفون کا اعتراض اس سے رفع نہین ہو سکتا جمہور مفسرین کی تقریر سے اوٹہہ سکتا ہی یعنے خدا کی طرف نسبت مکر کی صرف مقابلۃ

اہل سنت واہل حدیث کے برخلاف ہے - اس آیت مین اگر آگ آسمانی کا ذکر نہین تو کاہے
کی آتش کا ذکر کہان ہے - سید احمد نیچری نے تورات وغیرہ کے حوالے سے انہین معنے کو
پسند کیا ہے - اور آپنے اونکی خوشہ چینی کی ہے - حضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت
عمرؓ کو تورات پڑھتے دیکھا - آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا والذی نفس محمد بیدہٖ لو
بدا لکم موسی فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان موسی حیاً و
ادرک نبوتی لاتبعنی رواہ الدارمی - رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسقدر غصہ
ہونا دلالت کرتا ہے کہ کتب سابقہ سے مسائل مین استنباط کرنا اور انکے رو سے قرآن شریف
غیر مبدل وغیر محرف کی تفسیر کرنی جائز نہین - اما اس زمانہ پر فتن مین آپ جیسے اہل حدیث
اور پیر نیچر جیسے مخرب دین پیدا ہوئے ہین کہ کتب محرفہ سے قرآن مجید جسکی شان مین یہہ آیت
نازل ہوئی لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تفسیر کرتے اور لوگون کو گمراہ
کرتے ہین - اور امور غیر عادی کو محال عقلی اور غیر ممکن الوقوع سمجھتے ہین اور اللہ کی قدرت کاملہ
کو محدود خیال کرتے ہین - چنانچہ آپکی تحریر رسالہ ترک اسلام کے اصول موضوعہ مین ازجن چیزون
مین مصنوعی تعلق ہے اونکا انفصال ممکن ہے - اور قدرتی تعلق کا انفصال ممکن نہین ہے
صاف تبلا رہی ہے کہ مفسر امرتسری صاحب ومن یحذو حذوہ امر غیر عادی اور خرق
عادت کے منکر ہین اس سے نتیجہ یہہ پیدا ہوا کہ آپ معجزہ شق القمر وغیرہ کے منکر ہین جیسے تمام
معجزات کا انکار کفر ہے ویسے ہی ایک کا منکر بھی کافر ہے آپکا اصول موضوعہ اگر تسلیم
کیا جائے تو تمام معجزات کا انکار کرنا پڑتا ہے - حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نار کی حرارت
ذاتیہ جب فرو ہوگئی اور آپ نہ جلے تو تبلائیے کہ حرارت کا قدرتی تعلق ذات نار سے منفصل
ہوا یا نہ - قلنا یا نار کونی برداً وسلاماً علی ابراہیم - آپنے ترک اسلام مین جو کچھہ اس آیت
کی تحریف معنوی کی ہے اوسکی جوابدہی بھی قیامت کے دن بذمہ آپکے ہوگی اسی طرح معجزہ
شق القمر کو لیجئے کہ ایک جزو قمر کا قدرتی اتصال دوسرے سے انشقاق کے وقت منفصل

ہوا یانہ۔ غرض اگر آپکا اصول جدیدہ مخترعہ کو صحیح مانا جائے تو معجزات سے کہ جسپر دار مدار ایمان کا ہے انکار لازم آتا ہے اور اگر معجزات کو تسلیم کیا جائے تو آپکا اصول غلط ہوا جاتا ہے ایسا ہی آیت فیما نحن فیہا مین قیاس کر لیجئے۔ کہ بیضاوی اور رازی جیسے معقولی و فلسفی نے بہی اس معجزہ کو تسلیم کیا ہے اور کاہن کی آگ سے کسی نے مراد نہین رکہی۔ تفسیر بیضاوی مین لکہا ہے بان لا نومن لرسول حتی یاتینا بھذہ المعجزۃ الخاصۃ کانت لانبیاء بنی اسرائیل وھو ان یقرب بقربان فیقوم النبی فیدعو فتنزل نار سماویۃ فتاکلہ الخ اسی کے موافق تمام مفسرین اہل سنت نے بہی لکہا ہے کہ آسمانی آگ کا ذکر قربانی کو کہا جانیکا جناب نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ و نشان طلب کرتے تہے۔ اونکی غرض یہہ نہ تہی کہ اگر کاہن دنیوی آگ سے قربانی کو جلاوے تو ہم ایمان لاوینگے۔ کیونکہ یہہ تو معجزہ اور خرق عادت ہی نہین۔ امام رازی نے تفسیر کبیر مین اس آیت کی تفسیر مین نزول نار سماوی کا اعتراف کیا ہے ایک جگہ ابن عباس رض کی روایت سے لکہا ہے حتی یاتینا بقربان تاکلہ النار ویکون لہا دوی خفیف تنزل من السماء دوسری جگہ لکہا ہے وثانیہا ان نزول ھذہ النار واکلہا القربان معجزۃ فکانت ھی وسائر المعجزات علی السواء الخ اس حدیث سے اور تو جو کچہہ معلوم ہو رہا ہے سو ظاہر ہے لیکن سب سے بڑہکر یہہ ہے کہ اسمین آسمانی آگ کے اوترنیکا ذکر ہے۔ کیون جی مفسر صاحب اب تو معلوم ہوا یا نہین کہ یہہ معجزہ ہے آسمانی آگ کا اوترنا اور حدیث صحیح سے بہی ثابت ہو۔ غزا نبی من الانبیاء حتی فتح اللہ علیہ فجمع الغنائم فجاءت یعنی النار لتاکلہا فلم تطعمہا فقال ان فیکم غلولا فلیبایعنی من کل قبیلۃ رجل فلزقت ید رجل بیدہ فقال فیکم الغلول فجاؤا براس مثل راس بقرۃ من الذہب فوضعوہا فجاءت النار فاکلتہا ولم تشبعہا ان۔ دوسری حدیث مین یون آیا ہے۔ ان الغنیمۃ لا تحل لاحد قبلکم کان النبی واصحابہ اذا غنموا جمعوہا ونزلت نار من السماء فاہلکتہا۔ پس جب آسمانی آگ کا اوترنا قرآن شریف و حدیث نبوی اور اقوال صحابہ سے ثابت ہو تو آپکا انکار اور

نامون مین کون سنتا ہے - فلم ینکرہ الا غبی او غوی ہ وکم من عائب قولا صحیحا وآفتہ من الفہم السقیم - اور یہہ کہنا کہ حدیث مین مال غنیمت کو کہانیکا ذکر ہے - قربانی کو کہانیکا ذکر نہین ہے غلط ہے کیونکہ حدیث سے نار آسمانی کا نزول اور اسکا امکان ثابت ہوتا ہے قربانی اور غنیمت کے کہانے مین کیا فرق ہے ورنہ آپ ہی کوئی حدیث صحیح یا کسی صحابی کا قول نار کاہن کے ثبوت مین لکہتے (دیکہو نمبر خط القتاد نمبر ۳ صفحہ ۷) **قولہ** ورابطوا بینکم بالمودۃ والمحبۃ **اقول** آپکا مطلب یہہ ہے کہ رابطو کے معنے دوستی اور محبت سے رابطہ رکہو حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفسیر کے برخلاف ہے قال علیہ السلام الا اخبرکم بما یمحو اللہ بہ الخطایا ویرفع بہ الدرجات اسباغ الوضوء علی المکارہ وکثرۃ الخطا الی المساجد وانتظار الصلوۃ بعد الوضوء فذلکم الرباط (صحیح مسلم و نسائی) حضرت ابن عباس بہی فرماتے ہین کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی انتظار کا نام رباط ہے پس آپکی تفسیر تفسیر نبوی اور تفسیر صحابہ و جمہور مفسرین اہل سنت کے برخلاف ہے - (نمبر ۳ صفحہ ۷) **قولہ** وخلق منہا ای من جنسہا زوجہا حوا - **اقول**

ہ بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ہ من انداز قدت را می شناسم - حضرت حوا کی پیدائش چونکہ ایک نرالی قسم کی تہی کہ جسمین معجزہ اور خرق عادت پایا جاتا تہا - اور ان دنون مین آپکی طبیعت ایسی عجائبات کے ماننے سے نہ استنفر ہے تو آیت کو ایسے معنے کئے کہ جس سے خلاف قانون قدرت ثابت ہی نہ ہو - لیکن توراۃ کا تاریخی واقعہ - اور جمہور اہل سنت کے مسلمات خصوصاً احادیث صحیحہ کو کیا کیجیگا - حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مائی حوا آدم علیہ السلام کی بائین پسلی سے پیدا ہوئی ہے - تفسیر حقانی مین مفسر دہلوی نے لکہا ہے اور جب انکو تنہائی سے وحشت ہوئی تو انکی بائین پسلی سے انکی بیوی حوا کو انکے سوتے وقت بناکر بٹہا دیا - ایسا ہی ہمارے دوست کرم جناب مرزا حیرت صاحب دہلوی نے ترجمہ قرآن مین لکہا ہے وخلق منہا زوجہا حوا من ضلع من اضلاعہا (جامع البیان) تفسیر کبیر

جبیر کی ایک روایت بہی اسکی مؤید ہے۔ (نمبر ۲۷ صفحہ ۲۷) **قولہ** لیس لہ اصل ولا من الوالدین
او المولد الخ **اقول**۔ آپکے نزدیک کلالہ اوس میت کو کہتے ہین کہ جسکے والدین اور اولاد
نہو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصحابؓ اور ائمہ اربعہ اور اجماع کے برخلاف ہی۔ حدیث
مین آیا ہے کہ کلالہ وہ میت ہی جسکا باپ اور اولاد نہو۔ والدہ کے نفی اسکے مفہوم میں
داخل نہین اپنے والدہ کی نفی کہان سے سمجہی۔ اگر یہہ زیادتی کتاب اللہ پر نہین تو اور کیا
ہے۔ وھو المیت الذی لا ولد لہ ولا والد قال ابن کثیر وبہ یقول اہل المدینۃ والکوفۃ
والبصرۃ وھو قول الفقہاء السبعۃ والائمۃ الاربعۃ وجمہور السلف والخلف
بل جمیعہم وقد حکی الاجماع غیر واحد وورد فیہ حدیث مرفوع (فتح البیان)
(نمبر ۲۸ صفحہ ۳۱) **قولہ** ان تجتنبوا کبائر الخ فما نہی عنہ الشرع فہو کبیر لقولہ تعالی
وما نہاکم عنہ فانتہوا۔ **اقول** آپکے نزدیک گناہ کبیرہ وہ ہے جس سے شریعت نے منع
کیا ہے۔ مین کہتا ہون کہ شریعت نے تو گناہ صغیرہ سے بہی منع کیا ہے۔ تام لیکن
التعریف مانع عن دخول الغیر۔ گناہ کبیرہ کی اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ
گناہ صغیرہ کے وجود کے منکر ہین۔ گناہ کبیرہ کی صحیح تعریف یہہ ہے کہ جسکی کرنے پر سخت
عذاب ہو جیسے شرک اور سحر۔ قتل نفس بغیر حق اور یتیم کا مال کہانا وغیرہ وغیرہ کما
صرح بذالک صاحب الجامع کل ذنب فیہ وعید شدید (نمبر ۲۹ صفحہ ۳۱) **قولہ**
والذین عقدت ایمانکم انعقدت العہود بینکم ای الزوج والزوجۃ **اقول** اس
آیت مین عقد زوجیت مراد لینے سے بجز انکار نسخ آپکو اور کیا فائدہ ہے لیکن تفسیر وحدیث
سے واقف کبہی بہی اسجگہ عقد زوجیت مراد نہ کہیگا۔ تمام تفاسیر اہل سنت ناطق ہین
کہ یہہ عقد مواخات اور حلیف بننیکا مراد ہے جو ابتدا اسلام مین ہوتا تہا۔ بعد مین اللہ تعالی
نے منسوخ کیا۔ بخاری مین ابن عباس سے منقول ہے وکان یرث المہاجر الا
نصار دون ذوی رحمہ بالاخوۃ التی آخی بینہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قولہ وندخلهم ظلا ظليلا (نمبر ۲۸ صفحہ ۸) فلما نزلت ولكل جعلنا موالى نسخت الخ ای نعاء دائمة لقوله تعالى لا يرون فيها شمسا ولا زمهريرا لان الظل المعروف موقوف على الشمس واذ لا فلا فالظل كناية عن النعاء فافهم ۔ **اقول** مفسر امرتسری صاحب فرماتے ہین کہ بہشتون مین سایہ نہ ہوگا کیونکہ وہان سورج ہی نہ ہوگا تو سایہ کہان سے ہوگا ۔ ہم انی طور پر ثابت کرتے ہین کہ بہشتون مین بموجب فرمانے حضرت صلعم کے سایہ ضرور ہوگا ۔ تو سورج بھی ضرور ہوگا یہہ نہین ہم کہتے کہ یہہ ہی آفتاب وہان ہوگا ۔ ہم اس کا اقرار کرتے ہین کہ ضرور ہوگا چاہے یہ ہو یا نیا بنا کر لگایا جائے ۔ منطقیون کی اصطلاح مین معلول سے علت کی طرف انتقال کرنا اور علم بالمعلول سے علم بالعلت حاصل ہونیکو دلیل انی کہتے ہین ۔ جیسا علم بالدخان سے علم بالنار حاصل ہوتا ہے ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق بہشت مین ایک درخت ہے کہ اسکے سایہ مین سو سال تک اسوار چلے گا تب بھی اوسکا سایہ ختم نہ ہوگا پھر فرمایا آپنے پڑھو آیت وظل ممدود ۔ یہہ حدیث اور آیت صاف کہہ رہی ہے کہ بہشتون مین سایہ ہوگا ۔ اہل حدیث کا مذہب ہے کہ جب نص قرآنی اور حدیث نبوی اور اجماع امت کسی مسئلہ مین پایا جاوے اور دوسری آیت کا ظاہری لفظ اوسکے مخالف ہو تو اس آیت کی تاویل اور صرف عن الظاہر کرنا چاہئے ۔ بموجب اس مسئلہ اصول کو ضروری ہے کہ ہم آیت لا يرون فيها شمسا ولا زمهريرا کہ جس سے آپنے تمسک پکڑا ہے کچھ تاویل کرین تا کہ ایک آیت دوسری آیت کے مخالف نہ ہے فرمایا اللہ الله الذی نزل احسن الحديث كتابا متشابها ۔ پس آیت لا يرون فيها شمسا ولا زمهريرا کے یہہ معنے ہوئے کہ بہشتیون کو نہ زیادہ حرارت محسوس ہوگی اور نہ زیادہ برودت محاورہ عرب مین جیسا شمس کا اطلاق جرم شمس پر ہوتا ہے ویسا ہی اسکی حرارت پر بھی ہوتا ہے لا حر فيها ولا برد مولہ ربل

ھو اعمعتزل (جامع البیان) آیت قرآنی اورحدیث نبوی صلعم اوراجماع امت کی ہوتے ہوئے بغیر قرینہ صارفہ عن المعنی الحقیقی کے تاویل کی جائے تو وہ تحریف ہوتی ہے خصوصاً جبکہ قرائن مانعہ عن التاویل بھی موجود ہوں۔ یاد رکہنا چاہیے کہ تاویل کرنیوالا اگر حدیث کو صحیح الثبوت ومسلم المراد سمجھکر تاویل کرتا ہے تو الزام تحریف سے ہرگز بری نہیں ہو سکتا۔ صحیح الثبوت ومسلم المراد کے یہہ معنے کہ یہہ حدیث حضرت صلعم کا قول غیر منسوخ ہے اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد بھی وہی معنے ہے جسکو اُس ماول نے ترک کیا ہے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے سیف چشتیائی مین بڑی وضاحت سے اس مسئلہ کو لکہا ہے۔ غرض مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری الزام اور لزوم تحریف سے بری نہیں ہو سکتے (نمبر ۴۱ صفحہ ۹۳) **قولہ** ویغفر مادون ذلک لمن یشاء وقد فصل مشیتہ فی قولہ فاما من ثقلت موازینہ الخ **اقول** معلوم نہیں کہ آپ سوتے ہوئے لکہہ رہے ہین یاکوئی اور قصہ ہے۔ کہان کی آیت اور کہان لگا رہے ہین ذرا ہوش کرو فاما من ثقلت مین مشیت الٰہی کا ذکر کہان ہے۔ اسمین تو یہہ ہے کہ جسکا ترازو قیامت کے دن بہاری ہو گا وہی عیش اور مزے مین ہو گا۔ اس مین اللہ جل جلالہ نے اپنا عدل بیان فرمایا ہے اور آیت ویغفر مادون مین صفت مشیت اور رحیمی کا ذکر ہے فاین ھذا من ذلک فافھم ولاتکن من الغافلین۔ (نمبر ۴۲ صفحہ ۹۴) **قولہ** فلیبتکن اذان الانعام ای ینسبون ماخلق اللہ الی غیرہ **اقول** اسکی حاشیہ مین آپنے لکہا ہے کہ تبکیت الاذان کنایۃ۔ مین پوچہتا ہون کہ کنایہ کے معنے ملزوم سے ارادہ لازم کا کرنا۔ اور وہ یہان صادق نہین آتا۔ کیونکہ تبکیت الاذان کو نسبت الی غیر اللہ لازم نہین۔ بلکہ ظاہری معنے آیت کے یعنے شقونہا ہی مراد ہے کفار کی رسم تہی کہ جب اونٹنی پانچ بچے جن لیتی تو اوسکے کان پہاڑ ڈالتے اور اوسپر سوار نہ ہوتے اور نام اوسکا بحیرہ رکہتے چنانچہ سورت مائدہ مین مفصل ذکر ہے ماجعل اللہ من بحیرۃ الخ اسمین نسبت الی غیر اللہ کو کیا تعلق (نمبر ۴۳ صفحہ ۹۹) **قولہ** لفی شک منہ ای یعتقدون

امراً خلاف الواقع اشارة الى ان الشك ههنا بمعنى الخلاف لا بمعنى تساوی النسبة فقد تم
اقول کیوں نہ ہو آخر فاضل ہیں۔ اس زمانہ سے پہلے اگر آپکا وجود دنیا میں آتا تو اسوقت
آپ بھی امام فن لغت مانے جاتے۔ اب تو ہم بھی مجبور ہیں سے قلت الفضل للمتقدمین
سبحان اللہ ملکہ ہو تو ایسا ہو۔ شک بمعنے اعتقاد امر خلاف واقع نئی لغت یا آپکی خاص
اصطلاح ہے والا تمام مفسرین اور قرآن کا سیاق آپکی تردید کرتا ہے کیونکہ فقرہ ما لہم بہ من
علم الا اتباع الظن وما قتلوہ سے سمجھا جاتا ہے کہ اونکو اذعان اور اعتقاد حضرت مسیح کے قتل
کا نہ تھا بلکہ تردد اور شک تھا پس اگر شک کے معنے اعتقاد خلاف واقع لیے جاویں تو نفی علم
کی اور وجود اسکا لازم آتا ہے کیونکہ اعتقاد اور علم واحد شی ہے۔ گو انکا اعتقاد خلاف واقع
کا ہو لیکن علم ضرور ہے۔ پس ما لہم بہ من علم کیسے صحیح ہو سکتا ہے فیلزم اجتماع
النقیضین لان العلم والاعتقاد شیء واحد کما قال العلامة فی التہذیب العلم ان
کان اذعانا للنسبة فتصدیق والا فتصور۔ سیوطی تمام مفسرین نے شک کے معنے
تردد کے کئے ہیں۔ عربی کی لیاقت نہیں تو تفسیر قادری اردو ہی دیکھ لی ہوتی۔ اور تحقیق جن
لوگوں نے اختلاف کیا حضرت عیسی ع کے شان میں البتہ شک اور تردد میں تھے اوس قتل
سے۔ جامع البیان میں لکھا ہے لفی شک منه تردد من قتله غرض آیت ما لہم بہ من علم
الا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا بل رفعه الله الیه میں لفظ علم اور یقینا قابل غور ہے
(نمبر ۴۴ صفحہ ۱۰۷) قوله ولم یتقبل من الاخر قابیل وقد اطلعا بواسطة آدم انه تقبل
من احدهما ولم یتقبل من الاخر الخ **اقول** یعنے آدم ع کے واسطہ سے معلوم ہوا کہ
ہابیل کی قربانی قبول ہو گئی اور قابیل کی نہیں ہوئی۔ یہ نہیں کہ آسمان سے آگ آئی
اور ایک کی قربانی کو کھا گئی اور دوسرے کی کو چھوڑ گئی یہ بھی تمام اہل سنت سلف و خلف
کے برخلاف ہے۔ سب مفسرین اہل سنت نے لکھا ہے کہ ہابیل کی قربانی کو آگ آسمانی
نے کھا لیا اور قابیل کی قربانی کو نہ کھایا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رض فرماتے ہیں عن

ناس من الصحابة قرب هابیل جزعة سمینة وقرب قابیل حزمة سنبل فوجد فیها سنبلة عظیمة ففرکها فاکلها فنزلت النار فاکلت قربان هابیل وترکت قربان قابیل یعنے ایک جماعت اصحابہ سے روایت ہے کہ ہابیل نے ایک موٹا اور تازہ دنبہ اور قابیل نے ایک دستہ خوشونکا قربانی کیا۔ اسمین بہی ایک خوشہ عمدہ کو ہاتہہ سے ملکر کہالیا۔ پس آسمان سے آگ اوتری اور ہابیل کی قربانی کو کہا گئی اور قابیل کی قربانی کو چہوڑ گئی۔ اخرجہ ابن جریر۔ امام رازی نے بہی تفسیر کبیر مین اسکا اقرار کیا ہے چنانچہ لکہتے ہین قیل کانت علامة القبول ان تاکله النار وهو قول اکثر المفسرین وقال مجاهد علامة الرد ان تاکله النار والاول اولی لاتفاق اکثر المفسرین علیه وقیل ما کان فی ذلك الوقت فقیر یدفع الیه ما یتقرب به الی الله تعالی فکانت النار تنزل من السماء فتاکله الخ اس مین اپنے نیچری کی تقلید کی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی تابعداری چہوڑدی اگر حضرت صلعم کا عشق اور تابعداری کا خیال ہوتا تو تفسیر صحابہ کو تفسیر نیچری پر مقدم سمجہتے اور مراتب کا لحاظ رکہتے سے گرفرق مراتب نکنی زندیقی۔ صحابہ جب کسی آیت کو حضرت صلعم سے سنتے تاوقتیکہ اوسکو بخوبی سمجہہ نہ لیتے آگے نہ چلتے اور پہر اوسپر پورا عمل کرتے۔ تفسیر ابن کثیر کے مقدمہ مین لکہا ہے کہ ابن عباس فرماتے ہین کہ مین نے حضرت صلعم کی خدمت اقدس مین کئی دفعہ قرآن شریف سنا اول الی آخرہ سنایا ہر مرتبہ ایک ایک آیت مین ٹہرتا اور استفسار کرتا تہا۔ بغیر سمجہے زرا بہی آگے نہ چلتا تہا عن ابن مسعود قال کان الرجل منا اذا تعلم عشر آیات لم یجاوزهن حتی یعرف معانیهن والعمل بهن پس تفسیر صحابہ بعین تفسیر نبوی سمجہنے چاہئے جیسے تفسیر نبوی حجت ہے ویسے ہی تفسیر صحابہ بہی حجت ہے اور ایک کا منکر گویا دوسرے کا منکر ہے (نمبرہ ۳ صفحہ ۱۱) **قولہ** ما فرطنا فی الکتاب ای علم الباری **اقول** جیسے اس آیت مین آپنے تحریف کی ہے ویسے ہی آیت وعنده ام الکتاب دفی لوح محفوظ والا فی کتاب مبین وانه فی ام الکتاب

لدینا العلی حکیم مین بہی کی ہے سب جگہ علم خدا لکہا ہے اور لوح محفوظ کا انکار کیا ہے تمام
مفسرین اہل سنت سلف و خلف مانتے ہین کہ لوح محفوظ ایک لکہی ہوئی کتاب ہے
معالم التنزیل اور تفسیر عزیزی مین حضرت ابن عباسؓ کا قول درباره لوح محفوظ کہ وہ تختی ہی
مشرق سے مغرب تک الخ درج ہے امام رازی نے تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ چونکہ متعدد روایات
لوح محفوظ کو وجود پر آچکی ہین لہذا بجز تسلیم و اقرار ہم چارہ نہین دیکہتے۔ در منثور مین
ابن عباسؓ سے روایت ہی عن طاؤس قال جاء رجل الی ابن عباسؓ من حضرموت
فقال لہ یا ابن عباس اخبرنی عن القران الکلام من کلام اللہ ام خلق من خلق
اللہ قال بل کلام من کلام اللہ اوما سمعت اللہ یقول وان احد من المشرکین
استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ فقال لہ الرجل افرایت قولہ انا جعلنہ قرانا
عربیا قال کتبہ اللہ فی اللوح المحفوظ بالعربیۃ اما سمعت اللہ یقول بل ھو قران
مجید فی لوح محفوظ المجید ھو العزیز ای کتبہ اللہ فی اللوح المحفوظ اس سے
معلوم ہوا کہ اللہ تعالے نے قرآن شریف کو عربی زبان مین لوح محفوظ مین لکہا اگر لوح محفوظ
مراد علم خدا سے ہو جیسا کہ آپنے لکہا ہے تو ظرفیت شی کی اپنے نفس کو لئی لازم آتی ہے
کیونکہ قرآن بہی اللہ کا علم ہے تو معنے یہہ ہوئے بل ھو علم فی علم فیلزم ظرفیۃ الشئ
لنفسہ وھو محال وما یلزم منہ المحال فھو ایضا محال نیچریون اور دہریون
کے قول کو چہوڑو اور اپنا ایمان بچاؤ جو قیامت کو کام آوے (نمبر ۱۹ صفحہ ۱۳) **قولہ**
یوم یاتی بعض آیات ربک الخ ھو یوم الموت **اقول** آپکی نزدیک اس آیت مین یوم
سے موت کا دن مراد ہے۔ یہہ بہی تفسیر نبوی کے برخلاف ہے حضرت صلعم نے
اوس دن کی تبیین یون فرمائی ہے یعنے جس روز آفتاب کا طلوع مغرب سے
ہوگا وہ دن مراد ہے۔ یہہ ایک عظیم الشان نشانی ہے قیامت کبرے کی جلدی
آنیکی جب اس نشان کا ظہور ہوگا تو دروازہ توبہ کا بند کیا جاویگا۔ صحیح بخاری

مین حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلعم لاتقوم الساعة
حتی تطلع الشمس من مغربہا فاذا راہا الناس امن من علیہا فذلک
حین لاتنفع نفسا ایمانہا لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانہا خیراً
دوسری حدیث مین یون بہی آیا ہے ثم قرء یوم یاتی بعض ایات ربک تفسیر
کبیر مین بہی ایسا ہی لکہا ہے واجمعوا علی ان المراد بہذہ الایات علامات القیامہ
عن البراء بن عازب قال کنا نتذاکر امر الساعة الخ برائے خدا ذرا انصاف سے
فرماوین کہ آپکی تفسیر حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفسیر کے اب بہی مخالف ہے یا نہین
نہین ضرور مخالف ہے ؎ خلاف پیغمبر کسی راہ گزید: کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید۔ بلکہ خلاف
اہل حل وعقد کے برخلاف ہے اگر موافق ہے تو سید احمد نیچری اور مرزا قادیانی
کے ہے۔ آخر الذکر نے کسی رسالہ مین لکہا ہے کہ اس آیت کی تفسیر مین طلوع آفتاب از مغرب
سے مراد شائع ہونے اسلام کا ہے ممالک مغربی مین اور وہ زمانہ یہہ ہی ہے کیونکہ میری
کتابین دور دراز ممالک مین مثل یورپ وغیرہ کی پہیل گئی ہین اور لوگ مسلمان ہوتے
جاتے ہین الخ یہہ بہی صریح حدیث کے برخلاف ہے کیونکہ حدیث مین خاص دن کا ذکر ہے
نہ زمانہ غیر متناہی کا۔ نیز جاہے کہ بعد اسوقت دروازہ توبہ کا بند ہو پس ایسے وقت مین دیا جائے
کا دعوے رسالت خود اوسکی تکذیب کرتا ہے کیونکہ بعثت رسول ایسے وقت مین کہ جب
توبہ قبول ہی نہ ہو عبث اور فضول ہوتی ہے۔ غرض قرآن وحدیث کی مخالفت مین مولوی
ثناء اللہ صاحب اور مرزا قادیانی دونون مساوی ہین۔ اول الذکر نے یوم کی تعیین الیوم
الموت سے کی۔ اور موخر الذکر نے زمانہ ممتد اور غیر متناہی سے کی ہے فہما متساویان
فی مخالفة القران والسنة الصحیحة فتوسم آن لوگون نے سماع اور نقل کو چہوڑ
کر آیات کے ایسے معنے کیے کہ آجتک کسی صحابی اور خیر القرون سے منقول نہین ہوئے
کاش امام غزالی کا فیصلہ دربارہ تفسیر بالرائے ہے اگر دیکہہ لیتے تو اچہا ہوتا والوجہ

شانی ان یتسارع الی تفسیر القران بظاہر العربیۃ من غیر استظہار بالسماع والنقل فیما یتعلق بغرائب القران وما فیہ من الالفاظ المبہمۃ والمبدلۃ وما فیہ من الاختصار والحذف والاضمار والتقدیم والتاخیر فمن لم یحکم ظاہر التفسیر وبادر الی استنباط المعانی بمجرد فہم العربیۃ کثر غلطہ ودخل فی زمرۃ من یفسر بالرای فالنقل والسماع لابد منہ فی ظاہر التفسیر اولا لیتقی بہ مواضع الغلط (احیاء العلوم) یعنے جو شخص تفسیر ظاہری منقول از نبی صلعم وصحابہؓ کو چھوڑتا ہے اور بمجرد فہم عربیت سے معانی کا استنباط کرتا ہے اکثر غلطی مین واقع ہوتا ہے اور مفسرین بالرائے کے گروہ مین داخل ہوتا ہے پس مفسر کے لیے ضروری ہے کہ اول تفسیر ظاہری منقولی کو لکھے تاکہ غلطی سے بچ جائے یہہ ہے خلاصہ امام غزالی کی تقریر کا۔ اگر ایک طرف اسپر دہیان کیا جاوے اور دوسری جانب مولوی ثناء اللہ کی تفسیر کو دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے اپنی تفسیر مین اس مسلمہ اصول کو چہوڑا اور اکثر جگہ تفسیر نبوی اور آثار سلفیہ کو متروک کرکے نئی چال چلے ہین (نمبر ۴۴ صفحہ ۱۴۳) **قولہ** والوزن ای مقدار الاعمال بای وجہ کان یومئذ الحق فمن ثقلت موازینہ ای کثرت اعمالہم الصالحۃ الخ **اقول** مین کہانتک آپکی عبارت کی صلاحیت کرون ے لن یصلح العطار ما افسد الدہر یہہ تفسیر بہی تفسیر نبوی اور جمہور مفسرین اہل سنت کے برخلاف ہے۔ میزان کا ثبوت بہت حدیثون مین آیا ہے فرمایا خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان ایک حدیث مین آیا ہے ان رجلا ینشر علیہ تسعۃ وتسعون سجلا کل سجل مد البصر الخ (معالم) ان حدیثون سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن نامہ اعمال ترازو مین تولے جاوینگے یہہ تو آپ جانتے ہین کہ دنیا مین اعراض کا وجود قائم بالغیر ہوتا ہے۔ مگر قیامت کو یہہ ہی اعراض مثل صوم وصلوۃ ودیگر اعمال صالحہ جوہر بنائے جاوینگے۔ ہمارے اور

آپکے نزدیک انقلاب ماہیت زرا دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن اللہ کے نزدیک محال نہین پس میزان مین اعمال کا تلنا محال نہین بلکہ ممکن ہے۔ ثقلت کے معنے کثرت سے بہی جمہور مفسرین اہل سنت کے برخلاف ہے۔ فقہ اکبر کی شرح مین ملا علی قاری نے لکہا ہے کہ میزان حق ہے یعنی ترازو مین اعمال اور نامہ اعمال کا قیامت کے دن تولا جانا حق ہے۔ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ آپکی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ میزان کو جیسے مسلمان مانتے ہین تسلیم نہین کرتے امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح مین اور رازی نے تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ میزان حق ہے۔

(نمبر ۸۸ صفحہ ۲۷۴) **قولہ** لا تفتح لهم ابواب السماء اى لا يصعد اعمالهم الصالحة الى اوج القبول

اقول یہہ بہی تفسیر نبوی کے برخلاف ہے کیونکہ حدیث مین آیا ہے کہ ایمان دار کا روح جب بدن سے نکلتا ہے تو فرشتے آسمانون کی طرف اوس روح کو لیجاتے ہین اور آسمانون کے دروازے کہولے جاتے ہین ساتوین آسمان تک ایسا ہی ہوتا ہے اور کافر کے روح کے لیے آسمانون کے دروازے کہولے نہین جاتے چنانچہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے حتى ينتهى بها الى السماء الدنيا فيستفتح له فلا يفتح له ثم قرء رسول الله صلعم لا تفتح لهم ابواب السماء ولا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل فى سم الخياط رواه احمد حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین لا تفتح لارواحهم وتفتح لارواح المومنين تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ آسمانون کی طرف ارواح کا چڑہنا اور کفار کی ارواح کے لئے آسمان کے دروازون کا نہ کہلنا مراد ہے اور اسیکو پسند کیا ہے چنانچہ اول لکہا ہے قال السدى وغيره لا تفتح لهم ابواب السماء وتفتح لارواح المومنين ويدل على صحة هذا التاويل ما روى فى حديث طويل ان ارواح المومنين تعرج بها الى السماء فيفتح لها۔ اور دوسرے مقام پر لکہا ہے وانها تصعد لارواح حال فوزها بكمال السعادات الخ پس آپکا کہنا کہ مراد عدم صعود اعمال الى اوج القبول نہ صرف تفسیر نبوی کے برخلاف ہے بلکہ تمام اہل سنت کے بہی برخلاف ہے البتہ نیچری اور معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقون کے موافق ہے ایسی موافقت آپکو سلامت رہے۔ چونکہ آیت اور حدیث

مذکور ہے آسمان اور اسکے دروازونکا ثبوت ہوتا تھا اور اصحاب نیچر کے یہ برخلاف ہے لہذا آپ
بہی انہین کی روش پر چلے ہین بناءً علی ہذا اگر آپکی تفسیر مردود نہ ہو تو اور کیا ہو -
(نمبر ۵۴ صفحہ ۹۴) **قولہ** ثم استوی علی العرش ای نفذ احکامہ علی ما خلق ودبرامرہ
لقولہ تعالی وخلق کل شیء فقدرہ تقدیرا **اقول** اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ
آپ پکے نیچری ہین - اہل سنت کہتے ہین کہ استوا کے معنے اس آیت مین استقرار کے ہین یعنے
خدا کی ذات عرش پر بے مثل و بے کیف ہے - ابوداؤد باب الرد علی الجہمیة مین لکہا ہے -
ثم اللہ فوق ذلک یعنے خدا اُس سے اوپر عرش پر ہے - حجة الوداع مین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے تمام اصحابہ کے روبرو آسمان کی طرف اشارہ حسیہ کرکے فرمایا کہ اے اللہ تو گواہ رہیو کہ مین
نے تمام احکام پہونچادئے - حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لونڈی سے سوال کیا کہ
خدا کہان ہے اوسنے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش
ہو گئے اور انکار نکیا - بلکہ فرمایا کہ یہہ مومنہ ہے - حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نیک بخت
کی روح کو آسمانون کی طرف لیجاتے ہین حتی تنتہی الی السماء التی فیہا اللہ - مائی زینب رض
فرماتی ہین کہ اللہ نے میرا نکاح ساتوین آسمان پر کیا - اسی سبب سے دیگر امہات المومنین پر فخر کرتی
تہین - حضرت صدیق اکبر نے مجمع عام اصحابہ مین خطبہ پڑہا - درمیان وعظ کے فرمایا اے لوگو
جسکا خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تہا وہ تو فوت ہو گیا - اور جسکا خدا آسمانون مین ہے وہ زندہ
ہے نہین مرا ان کان الہکم الذی فی السماء فان الہکم لم یمت ایسے عظیم مجمع مین کہ جس
مین عشرہ مبشرہ اور اہل بیت اور دیگر جمیع اصحابہ موجود ہون ایسا پرزور خطبہ سنانا اور
کسیکا انکار نکرنا دلالت کرتا ہے کہ تمام اصحاب رضی اللہ عنہم کا بہی یہہ ہی ایمان تہا کہ خدا عرش
پر ہے - طبرانی اور حارث اور ابن شاہین نے معاذ رض سے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے مکروہ رکہتا ہے اپنے آسمان پر کہ ابوبکر رض اقوال و افعال مین
خطا کرے ان اللہ یکرہ فوق سمائہ ان یخطا ابوبکر فی الارض (صواعق محرقہ) حضرت صلعم

کا جسم عنصری کے ساتھ خدا کی ملاقات کے لیے شب معراج مین آسمانون پر جانا اور حضرت عیسے علیہ السلام کا جسد عنصری کے ساتھہ آسمانون پر اٹھایا جانا - فرعون لعین کا خدا سے لڑنیکے لیے آسمانون کی طرف جانا ؏ اور خداوند تعالے کا آخر شب مین آسمان دنیا کی طرف نزول فرمانا اور پہر صبح کے نزدیک واپس عرش بریں پر چلے جانا یہہ تمام سچے واقعات کہلے طور پر کہہ رہے ہین کہ اللہ تعالے عرش پر بالذات ہی ایسا فوق نہین کہ وہ عرش کی طرف محتاج ہو بلکہ عرش اور کل مخلوقات اوسکی طرف مُفتقر اور محتاج ہے - علامہ ابن قیم نے نونیہ مین لکھا ہے ٥ والیہ قد صعد الرسول حقیقہ + عیسی ابن مریم صاحب البرھان - آیت بل رفعہ اللہ الیہ مین لفظ الیہ قابل غور ہے مائی ام سلمہ سے منقول ہے کہ خدا عرش پر مستقر ہے منکر اسکا کافر ہے - امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فقہ اکبر کے وصیت نامہ مین بھی ایسا ہی لکھا ہے - ملا علی قاری نے اوسکی شرح مین اسپر بڑا زور دیا ہے کہ خدا عرش پر ہے - امام شافعی رح - امام احمد رح - امام مالک رح اور تمام محدثین مصنفین صحاح ستہ وغیرہ کا یہہ ہی مذہب ہے کہ خدا عرش پر ہے - شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ مین لکھا ہے کہ خدا کے لیے جہت علو ثابت ہے معتزلہ کہتے ہین کہ استوا کے معنے غلبہ اور استیلا کے ہین واولت المعتزلۃ الاستواء بالاستیلاء (معالم) ٥ قالوا استوی استولی وذا من جھلہ + لغۃً وعقلاً ماھما سیان + نون الیھود ولام جھمی ھما + فی وحی رب العرش زائدتان (نونیۂ ابن قیم) یعنے یہود اور معتزلہ مین کچھہ فرق نہین - اونہون نے حطۃ مین ایک نون زائد کیا اور حنطۃ کہا اور انہون نے لام زائد کیا - استوی کا استولی بنایا - پس یہہ عقیدہ رکھنے والا یا اپنی تفسیر مین اسکو پسند کرنیوالا پکا معتزلی ہے - مولوی ثناء اللہ صاحب اور معتزلہ اور نیچریہ نے اثبات مدعا مین جس شعر سے استدلال کیا ہے یعنی ٥ قد استوی بشر علی العراق + من غیر سیف ودم مھراق - سلو ابکے کئی جواب ہین

اول یہہ کہ اس شعر مین استوی مقابلہ کے لیئے آیا ہے اور قران مجید مین مقابلہ کے لئے نہین
آیا۔ کیونکہ خدا کا کسی سے مقابلہ کی بعد عرش پر مستوی ہونا نہین آیا بخلاف شعر کے کہ اوسمین
مقابلہ کے بعد بشر کا عراق پر مستوی ہونا آیا ہے اس مین استیلا اور غلبہ اگر ہو تو ہمارے مدعا
کے برخلاف نہین۔ دوسرا جواب یہہ کہ ہم شعر مین بہی استوی کے معنی استقر سے کرتے
ہین۔ یعنے بشر خون ریزی کے بغیر عراق پر ٹہر گیا۔ شاعر کی غرض اگر بشر کا غلبہ مراد ہوتا
تو صرف عراق کا ذکر کیون کرتا۔ کیونکہ بشر کا غلبہ خون ریزی جسکی بغیر اور جگہ بہی ہوا تہا۔ پس
ثابت ہوا کہ اسجگہ بہی استوا کے معنے ٹہرنیکے ہی ہین نہ استیلا اور غلبہ کے۔ بادشاہون
کا قاعدہ بہی ہے کہ محل قیام اور دار الخلافہ اونکا ایک ہی جگہ ہوا کرتا ہے۔ شاعر کی غرض
بشر کا محل استقرار بیان کرنا ہے نہ غلبہ۔ تیسرا یہہ کہ اسجگہ بہی بشر کا تخت عراق پر بیٹہنا مراد
ہے یعنی بغیر لڑائی کے تخت عراق پر بیٹہہ گیا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے امام رازی کو اپنے ساتہہ
ملانیکی کوشش کی ہے لیکن آپ جانتے کہ امام کوئی ایسا شخص نہ تہا کہ ہر جگہ تفسیر مین معتزلہ
کو رد کرتا اور اسجگہ اونکی تقلید کر بیٹہتا۔ سنیئے امام رازی نے آیت ثم استوی علی العرش
کو متشابہات سے شمار کیا ہے اور لکہا ہے کہ متشابہات مین ہمارا مذہب یہہ ہے کہ توقف
کرنا اور اللہ پر اسکا علم سپرد کرنا چاہیئے۔ تفسیر سورہ آل عمران ملاحظہ ہو۔ پس یہہ کہنا کہ امام
رازی نے استوی کے معنے استیلا اور نفوذ احکام علی المخلوق پسند کئے ہین محض اتہام
اور افترا ہے۔ تفسیر کبیر مین قفال کو معتزلی لکہتا ہے تو یہان معتزلہ کا قول کیون پسند
کرتا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے تفسیر کبیر کی عربی عبارت کو سمجہا نہین۔ محاورہ عربی بیان
کرنیسے مفسر امرتسری صاحب یہہ سمجہہ گئے کہ امام رازی نے قفال کے مذہب کو پسند کر لیا ہے
حاشا وکلا ھذا بہتان عظیم۔ غرض مولوی ثناء اللہ کی تفسیر اہل سنت کو مخالف ہے
معتزلہ اور نیچریہ اور جہمیہ کے موافق ہے۔ (نمبر ۵ صفحہ ۱۵۰) قولہ فارسلنا علیھم الطوفان
مطر البرد کما ھو فی کور فی الباب التاسع من الخروج من التورات الخ اقول اگر

نزدیک طوفان سے مراد اولون کی بارش ہے بحوالہ عبارت توراۃ لیکن خاتم الانبیاء محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک طوفان کے معنے ہیضہ وبا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی ایسا ہی منقول ہے حضرت عائشہؓ مرفوعًا روایت کرتی ہین کہ آل فرعون پر وبا کا عذاب نازل ہوا تھا۔ افسوس توراۃ کی عبارت آپکو بہ نسبت حدیث مصطفےٰ کے اچھی اور بہتر معلوم ہوتی ہے۔ عجب اہل حدیث ہین۔ (دنمبر ۲ صفحہ ۱۵۶) **قولہ** واتممناھا بعشر الثلثین بعشر لانہ لم تتم لہ استعداد لاخذ الکتاب **اقول** آپ فرماتے ہین کہ موسےؑ کی میعاد مین دس روز اسلئے بڑھائے گئے تھے کہ حضرت موسےؑ مین ابھی تک فیضان الٰہی کے اخذ کرنے اور کتاب آسمانی کے لینے کی استعداد پیدا نہین ہوئی تھی جیسے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مجموعہ قرآن کا تحمل نہین کر سکتے تھے۔ ایسا ہی موسےؑ بھی مجموعہ توراۃ کو برداشت نہین کر سکتے تھے۔ مین کہتا ہون کہ پھر موسےؑ پر دفعۃً توراۃ کیون نازل کی گئی۔ پس آپکا کہنا غلط ہے۔ بلکہ صحیح وجہ ازدیاد میعاد کی یہ ہے کہ ختم میعاد پر حضرت موسےؑ نے مسواک کر لی تھی اور آپ روزہ دار تھے۔ آپکے دہان مبارک سے خوشبو آئی اور فرشتون کو بھی معلوم ہوئی تھی لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک پھر حکم نازل ہوا کہ دس روز اور روزہ رکھو تب توراۃ ملیگی۔ تمام مفسرین اہل سنت نے اس قصہ کو نقل کیا ہے۔ تفسیر کبیر مین لکھا ہے الاولی انہ تعالیٰ امر موسیٰ علیہ السلام بصوم ثلاثین یومًا وھو شھر ذی القعدۃ فلما اتم الثلاثین انکر خلوف فیہ فتسوک فقالت الملئکۃ کنا نشم من فیک رائحۃ المسک فافسدتہ بالسواک فاوحی اللہ الیہ اما علمت ان خلوف فم الصائم اطیب عندی من ریح المسک فامرہ اللہ تعالیٰ ان یزید علیہا عشرۃ ایام من ذی الحجۃ لھذا السبب دیکھا میان معقولی صاحب آخر امامی تو منطقی تھا یہ تو ایسی حدیثون کو تفسیر مین لاتا ہے تمکو کیا ہو گیا کہ تفسیر بالرائے کو تفسیر نبوی پر مقدم سمجھتے ہو۔ چونکہ اس مین ملائکہ کا صائم کی خلوف سے خوش ہونا جو آپکے نیچر کی خلاف

سے ہے ثابت ہوتا تہا اسواسطے اپنے از دیاد میعاد کی ایسی وجہ لکہی ہے کہ آجتک کسی صحابی
اور تابعی اور خیر القرون سے منقول نہین ہوئی۔ (نمبر ۲۲ صفحہ ۲۲) **قولہ** او تترکہ یلہث ہذا
تمثیل لعلماء اہل الکتاب الیہود والنصاری۔ **اقول** یہہ قصہ بلعم بن باعورا کا ہے
جسکو تمام مفسرین اہل سنت نے نقل کیا ہے۔ آپ اسکو ایک تمثیل بناتے اور اصل قصہ
کا انکار کرتے ہین۔ تورات سے بہی اس قصہ کا ثبوت ملتا ہے۔ موسےؑ اور بنی اسرائیل
پر بلعم بن باعورا کی بددعا تورات سے ثابت نہین۔ البتہ بددعا کے لئے آمادگی پائی جاتی ہے
(کتاب عدد ۲۳-۲۴ باب) تفسیر حقانی۔ اس آمادگی پر اللہ نے اوسکی مذمت کی۔ قال
ابن عباسؓ وابن مسعودؓ ومجاہد نزلت ہذہ الآیۃ فی بلعم بن باعورا (تفسیر کبیر)
حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ابن عباس اور جمہور مفسرین اہل سنت کا قول ہے کہ بلعم
نے بددعا کی اور زبان اوسکی مثل کتے کی سونہہ سے نکل کر سینہ پر گر پڑی۔ اور اسی عذاب
مین مرگیا۔ چونکہ اسمین خرق عادت اور خلاف نیچر پایا جاتا تہا اور خلاف قانون قدرت
اور معجزات پر آپکا ایمان نہین اسلیے تورات کی عبارت لکہکر اصل قصہ سے ہی انکار کر دیا۔
حالانکہ تورات کا پڑہنا اور اس سے استدلال لانا حدیث سے منع آچکا ہے عن جابر
عن النبی صلعم حین اتاہ عمرؓ فقال انا نسمع احادیث من یہود تعجبنا افتری ان
نکتب بعضہا فقال امتہوکون انتم کما تہوکت الیہود والنصاری لقد جئتکم بہا
بیضاء نقیۃ ولو کان موسی حیا لما وسعہ الا اتباعی (نمبر ۲۳ صفحہ ۲۶) **قولہ** وللہ
الاسماء الحسنی ای اسماء کلہا من ای لسان کانت صادقۃ علی اللہ تعالی لا علی غیرہ
اقول۔ کیا خوب فقاہت اسکو کہتے ہین۔ آج ہمنے یہ مسئلہ آپکی تفسیر مین دیکہا کہ خدا
کو جس زبان مین پکارا جائے جائز ہے۔ اگر کوئی یا پرمیشور یا اللہ کہے تو دونون جائز ہے۔ عربی
زبان مین خصوصیت ان نامون کی جو حدیث مین حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان
فرمایا ہے ہمین ضروری نہین اکثر اہل حدیث اور جمہور اہل سنت والجماعت یہہ ہی کہتے

رہے ہیں کہ خدا کو عربی زبان میں ان تنانوے ناموں سے پکارو جو حضرت صلعم نے اپنی زبان
مبارک سے فرمائے ہیں۔ کیونکہ اسماء الٰہی توقیفی ہیں چنانچہ علامہ سیوطی نے اکلیل نے
استنباط التنزیل میں کہا ہے ولله الاسماء الحسنى فادعوه بها و ذروا الذين يلحدون
فی اسمائه قال الاعمش يدخلون فيها ما ليس منها اخرجه ابن ابی حاتم فاستدل به
علی ان اسماء الله تعالی توقیفیة وانه لا یجوز ان یطلق علیه اسم لم یرد به الشرع
مولوی عبد الحکیم فاضل سیالکوٹی نے بیضاوی کے حاشیہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ولا
یلتفت الی قول من قال انها لیست بتوقیفیة۔ یہہ تو آجتک کسی مفسر اہل اسلام نے نہیں
کہا کہ خدا کو ہر زبان میں پکارنا جائز ہے بجز آپکے۔ تبھی تو آپنے جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں
اغاز تقریر کے وقت آریوں اور سناتن دہرمیوں کو نمستے سے سلام کیا۔ اور اپنی کتاب کا
نام حق پرکاش رکہا۔ شرعاً غیر قوموں کو ان الفاظ سے سلام کرنا منع ہے۔ حضرت صلعم
کے خطوط بنام غیر اہل اسلام سے مستنبط ہوتا ہے کہ غیر مسلمون کو سلام علی من اتبع الهدى
سے سلام کرنا چاہئے نہ نمستے وغیرہ سے خصوصاً آپ جیسے کو ہرگز نہیں چاہئے کہ زبان
سے ایسے الفاظ بولے کہ جس سے ایہام شرک ہو نمستے کے لفظ سے پرستش لغیر اللہ کی بو آتی
ہے نہیں تو کسی پرانی وضع کے ہندو سناتن دہرمی سے اسکے معنے پوچھو۔

(نمبر ۲۵ صفحہ ۲۰۱) قولہ فتعالی عما یشرکون هذا تصویر لاولاد آدم المشرکین الخ
وحدیث قصة آدم المروی فی الترمذی لیس بصحیح الخ اقول چہوٹا موںہہ بڑی بات
کیا آپ صاحب جرح و تعدیل یا حافظ علم حدیث ہیں جو صحیح حدیث بر طریق محدثین کو ضعیف
اور غیر صحیح بتا رہے ہیں۔ علامہ سیوطی جیسا بے نظیر جامع عالم جب اس حدیث کی توثیق اور
تصحیح کرے۔ تو آپ جیسے مفسر کی عدم تصحیح لائق سماعت کب ہو سکتی ہے۔ جلالین میں لکہا
ہے کہ یہہ حدیث صحیح ہے۔ ثعلبی اور ابن ابی حاتم۔ ابن جریر۔ امام احمد حنبل۔ حاکم۔
ترمذی وغیرہ نے لکہا ہے کہ یہہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اکثر سلف کا قول ہے کہ یہہ قصہ

درست ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حوا کو حمل ہوا تو انکے پاس ابلیس
صورت بدلا کر آیا اور کہا کہ شاید تیرے پیٹ میں جانور ہے اگر تو عبدالحارث نام رکھیگی۔ تو تیرے
لیے اچھا ہوگا ورنہ نیست شکل ہوگی۔ حضرت حوا نے آدم علیہ السلام کے حکم سے عبدالحارث نام
رکھا اور انکو معلوم نہ تھا کہ یہہ ابلیس کا نام ہے۔ ھو ھذا لیس اثبر ان حقیقی لانھما ما اعتقدا
ان الحارث ربہ بل قصدا انہ سبب صلاحہ فسماہ اللہ تعالی شرکا للتغلیظ۔
(جامع البیان) الوجہ الرابع فی التاویل ان نقول سلمنا صحۃ تلک القصۃ المذکورۃ
الا انا نقول انہم سموا بعبد الحارث لاجل انھم اعتقدوا انہ ای انما سلم من الآفۃ
والمرض بسبب دعاء ذلک الشخص المسمی بالحارث الخ (تفسیر کبیر) حدیث صحیح اور آیت
مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ خاص حوا اور آدم علیہ السلام کا ہے نہ انکی اولاد کا
شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں الثالث ان الحدیث صرح بان صاحبۃ القصۃ
ھی حواء و قولہ جعل منہا زوجہا انما ھو لحوی دون غیرھا فالقصۃ ثابتۃ ولا
وجہ لانکارھا بالرای المحض۔ الرابع ان الحدیث لیس فیہ الا ذکر حوا وکان ھذا
شرکا فی التسمیۃ ولم یکن شرکا فی العبادۃ۔ پس آپکی تفسیر۔ قرآن اور حدیث اور اقوال
صحابہ کے برخلاف ہے۔ (نمبر ۵۵ صفحہ ۱۷۳) **قولہ** الان خفف اللہ عنکم و علم ان
فیکم ضعفا ای امرکم بالتخفیف لانہ علم فی الازل انکم لن تستطیعوا ذلک فالشرط
مفقود الخ فالآیۃ لیست بمنسوخۃ لان کون الحکم مشروطا بشرط لا یوجد ینافی
النسخ الخ **اقول** اس قدر کھلبلی کیوں مچاتے ہیں۔ سیدھے نیچریوں کی طرح کیوں نہیں
کہتے کہ قرآن مجید میں کوئی آیت منسوخ نہیں۔ اس آیت میں تو نسخ صریح موجود ہے
اسلئے کہ اللہ تعالی نے پہلے فرمایا کہ اگر تم میں سے سو آدمی صابر ہوں تو ایک ہزار پر
غالب ہونگے یعنی ایک سو صابر ایک ہزار کفار سے جنگ کرے۔ یہہ جملہ شرطیہ گویا معنی
امر ہے پھر حکم ہوا کہ ایک سو صابر دو سو سے جنگ کرے اسی طرح پہلے حکم کہ بیس آدمی

صبر کرنیوالے اور جنگ کی تکلیفون کو اوٹھانیوالے دو سو سے لڑین پہر حکم ہوا کہ دوگنون سے لڑین۔ ان جملون مین کوئی ایسی شرط نہین جو منافی نسخ ہو۔ اور نہ کوئی حکم ایسی شرط پر معلق کیا گیا ہے جو منافی نسخ ہو سکیا اصحابہ نے واقعات حرب مین صبر کا ثبوت نہین دیا۔ نہین جیسا ضرار نہون نے کیا اور کس سے ہو سکتا ہے منطق سو آپ کام لیتے ہین لیکن بے محل تحقیق سے منطق پڑہتے تو ندامت کیون ہوتی۔ فان الشرط اذا کان فیہ معنی التکلیف جاز فیہ النسخ (وجیز) تمام مفسرین اہل سنت قائل ہین کہ یہہ آیت منسوخ ہے (نمبر ۵ صفحہ ۱۹۰) **قولہ** لمسجد اسس علی التقوی من اول الخ ہو مسجد قباء **اقول** آیت مین لفظ مسجد دونون مسجدون قبا اور نبوی کو شامل ہے نزول اسکا مسجد قبا مین مسجد نبوی کو منافی نہین کما قال صاحب الجمل والتحقیق ان روایۃ نزولہا فی مسجد قبا لا تعارض تنصیصہ صلی اللہ علیہ وسلم علی انہ مسجد المدینۃ فانہا لا تدل علی اختصاص اہل قباء بذلک آپ کو لازم تہا کہ تفسیر مین دونو مسجدون کی تشریح کرتے۔ لوردالحدیث کلا الجانبین۔ (نمبر ۷ صفحہ ۱۹۴) **قولہ** ان لہم قدم صدق عند ربہم مالا مرضیا۔ **اقول** امام بخاری نے قدم صدق کے معنے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئے ہین۔ بعض مفسرین نے کچھہ اور بہی تفسیر کی ہے۔ لیکن آپکی تفسیر کسی سے منقول نہین ہوئے۔ ومن ادعی فعلیہ البیان (نمبر ۸ صفحہ ۲۰۶) **قولہ** وکان عرشہ ای حکومتہ قبل خلق السماء والارض علی الماء۔ **اقول** آپ جانتے ہین کہ دین مین نئی بات نکالنیوالا مردود ہوتا ہے من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد۔ اصحابہ رض وتابعین رض وتبع تابعین رض وائمہ مجتہدین سلف وخلف سب نے عرش کے معنے تخت سے کئے ہین۔ لغت مین بہی تخت کو کہتے ہین ہو فی اللغۃ سریر الملک قرآن شریف مین آیا ہے رب العرش العظیم۔ بلقیس کی تخت کے متعلق فرمایا

ولہا عرش عظیم - حدیث مین آیا ہے آخذ بقوائم العرش - وترى الملائكة حافين من حول العرش ایک اور حدیث مین آیا ہے ثم علی ظهورهن العرش بين اسفله واعلاه ما بين سماء الی سماء ثم الله فوق ذلك - وانه ليأطّ به اطيط الرحل بالراكب صحابہ کرام نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلعم خدا کی ذات پیدائش مخلوقات کے پہلے کہان تھی - فرمایا بادلون مین اوپر بھی ہوا اور نیچے بھی ہوا تھی - پھر عرش کو پیدا کیا رواه الترمذی وابن ماجہ - اور بھی بے شمار حدیثین آئی ہین کہ عرش ایک تخت مخلوق شے ہے اور اوسپر اللہ تعالی کا قرار ہے - اگر عرش کے معنے حکومت کے لئے جائین تو قیام جوہر کا عرض پر لازم آتا ہے اور وہ محال ہے کما بین فی الحکمۃ کیونکہ حکومت ایک امر معنوی ہے جسکو اضافی اور نسبتی بھی کہتے ہین - حاکم اور محکوم کے مابین اسکا وجود متحقق ہوتا ہے - جیسا کہ نسبت خبریہ درمیان موضوع اور محمول کے ہوتی ہے ویسی ہی حکومت درمیان حاکم اور محکوم کے ہوتی ہے پس خدا کا عرش بمعنے حکومت پر قرار پکڑنے سے قیام جوہر کا عرض پر لازم آیا اور یہہ محال ہے تو ثابت ہوا کہ عرش کے معنے حکومت کے غلط ہین اسکے معنے صحیح تخت کے ہین - نیز انکی تفسیر مین تعارض بھی ہے ایک جگہ عرش کے معنے مخلوق کے لکھے ہین اور بیان حکومت کے اذا تعارضا تساقطا احادیث اور اقوال صحابہ کو پکڑو نیچریون اور معتزلیون کو چھوڑ دو اذا جاء نهر الله بطل نهر معقل پر عمل کرو - (نمبر ۱۰ صفحہ ۱۲) **قولہ** واغرقنا الذين كذبوا بآياتنا فيہ اشارة الى ان الطوفان لم يأت على جميع اقطاع العالم **اقول** جمہور اہل اسلام مانتے ہین کہ حضرت نوح کا طوفان تمام دنیا پر آیا - تفسیر حقانی مین لکھا ہے اکثر علماء اہل اسلام و اہل کتاب تمام دنیا پر طوفان آنیکے قائل ہین اور کہتے ہین کہ پھر دنیا مین جو جو خلقت ہے نوح کی نسل بالخصوص اوسکی اولاد کی بابت بیان کرنے وعدہ کر لیا ہے کہ پھر کسی طوفان سے دنیا کو اس طرح ہلاک نہ کرونگا (پیدائش باب ۹ درس ۹) قرآن مجید کے الفاظ

بھی اسی پر دلالت کرتے ہین کہ تمام دنیا پر طوفان آیا ولا تذر علی الارض من الکافرین
دیارا چنانچہ اوسکی تفسیر احدا من الکافرین یدور علی وجہ الارض خود بھی تردید
کرتی ہے کیونکہ الارض مین الف ولام استغراقی ہے جو تمام اقطاع عالم کو شامل ہے۔
آیت۔ قلنا احمل فیہا من کل زوجین اثنین یعنی ہر جانور کا جوڑا اوٹھا لے یہہ بھی دلالت
کرتی ہے کہ تمام دنیا مین طوفان آیا۔ کسی حدیث مین اور صحابی کے قول مین ہمنے کوئی
تصریح نہین پائی کہ طوفان تمام دنیا پر نہین آیا۔ البتہ اصحاب نیچر منکرین معجزات کا قول ہے
کہ تمام دنیا پر نہین آیا۔ رہا یہہ سوال جو قابل غور ہے کہ تمام دنیا پر طوفان کا آنا عدل اور انصاف
خداوندی کے برخلاف ہے لا تزر وازرۃ وزر اخری۔ جواب یہہ ہے کہ عادت الٰہیہ
یون ہی جاری ہے کہ جب عذاب عام ہوا کرتا ہے تو نیک اور بد بھی اوسمین مبتلا ہو جایا
کرتے ہین۔ حدیث مین آیا ہے کہ بنی آدم کے گناہون سے جانورون پر بھی عذاب نازل
ہوا کرتا ہے ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس وبا اور طاعون مین
مشاہدہ کیا گیا ہے کہ کفار اور مسلمان دونو گروہ مرتے رہے ہین حالانکہ طاعون فی نفسہ
عذاب ہی پس کیا بعید ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ مین خدا کی ذات کو اسقدر غصہ
آیا ہو کہ تمام دنیا مین طوفان آگیا ہو۔ علاوہ برین یہہ امر ہے کہ تمام اقطاع عالم مین طوفان
کا آنا ممکن بالذات ہے محال نہین۔ (نمبر ۶ صفحہ ۲۳) **قولہ** وقولہ علیہ السلام اتقوا
مواضع التہم الخ۔ **اقول** حدیث دانی کا یہہ حال ہے کہ موضوع حدیث کو تفسیر مین
لکھہ مارا۔ ملا علی قاری موضوعات کبیر مین لکھتے ہین کہ یہہ حدیث موضوع ہے۔
(نمبر ۱۶ صفحہ ۲۳) **قولہ** فجعلنا عالیہا سافلہا ای اسقطنا سقف بیوتہم۔ **اقول** یعنی
ہمنے اونکے مکانات کی چھتین اون پر گرا دین۔ یہہ بھی تمام مفسرین اہل سنت کے برخلاف ہے
سب نے لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام لوط علیہ السلام کی بستیون کو نیچے سے اکھیڑ کر
قریب آسمان کے لیگئے اور پلٹ کر دے مارا۔ روی ان جبرائیل علیہ السلام ادخل

جناحه الواحد تحت مدائن قوم لوط وقلعها وصعد بها الى السماء فاسمع اهل
السماء نهيق الحمار ونباح الكلاب وصياح الديوك ولم تنكفئ لهم جرة ولم ينكب
لهم اناء ثم قلبها دفعة واحدة وخرها على الارض واعلم ان هذا العمل كان معجزة
قاهرة من وجهين احدهما ان قلع الارض واصعادها الى قريب من السماء
فعل خارج للعادات - يہہ ہے تفسیر کبیر کی عبارت جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ حضرت جبرائیل
نے انکو اسطرح سے ہلاک کیا کہ ایک پر سے انکی بستی کو اکہاڑ کر آسمان کے قریب لے گئے پہر دفعۃً پلٹ
کر گرا دیا کہ عالی جانب میں سفل اور سفل میں علو پیدا ہو گیا پس آپکا الکلام المبین میں یہ کہنا
کہ اس بستی کی عالی جانب میں خدا نے علو پیدا کر دیا یہ نہیں کہ سافل میں بہی علو پیدا کر دیا خلاف
حدیث اور آیات اور اقوال مفسرین اہل سنت کی برخلاف ہے - چونکہ یہ واقعہ خلاف قانون
قدرت تہا اسلئے سواد اعظم کی مخالفت کی اور نیچریوں کی موافقت سے ۵ آن خداوندے
کہ ہنگامے سحر * کرد قوم لوط را زیر و زبر - (نمبر ۶۲ صفحہ ۱۸۱) **قولہ** وشہد شاہد من اہلہا
ای اظہر ہذا یہ الخ **اقول** یہہ بہی تحریف ہے اور جمہور امت بلکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تفسیر
کے خلاف ہے عن ابن عباس رض عن النبی صلعم قال تکلم اربعة وهم صغار ابن ماشطة
فرعون وشاهد يوسف وصاحب جريج وعيسى ابن مريم - بچہ شیرخوار تفسیر کبیر میں لکہا
کہ بچہ شیرخوار نے شہادت دی - والثانی وهو ايضا منقول عن ابن عباس وسعيد بن جبير
والضحاك ان ذلك الشاهد كان صبيا انطقه الله تعالى في المهد - اقول وتکلم مکر
(نمبر ۶۳ صفحہ ۲۳۰) **قولہ** یوم تبدل الارض هذه غير الارض صفة وهيئة الخ
اقول ارے مولوی ثناء اللہ صاحب کے معتقدو اور انکی تفسیر کو صحیح کہنے والو ذرا غور او
انصاف کرو کہ کس چالاکی سے مفسر صاحب حدیث کا انکار کر رہے ہیں اور آپ لوگ انکو
اب بہی سچا جانتے ہیں یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین - مفسر صاحب
کا مقصد یہہ ہے کہ قیامت کے دن زمین و آسمان کا تبدل حقیقی نہ ہوگا - آسمان زمین

بہی رہینگے - صرف ہیئت اور شکل کا تغیر ہوگا - حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ مینے حضرت ؐ
سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ آسمان اور زمین کے تبدل کے وقت لوگ کہان ہونگے
فرمایا صراط پر - حضرت علی رض جو شہر علم کے دروازہ ہیں اور ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ زمین بدل جاوی
کی اور آسمان سونیکا ہوگا ؎ والارض صار تہ لخالص فضۃ - ایک حدیث
مین یون بہی آیا ہے کہ لوگون کا حشر زمین صاف سفید پر ہوگا ابی سعید خدری فرماتے
ہین حضرت صؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن زمین مثل روٹی کے بنا کر اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ مین پکڑیگا
بہشتیون کی مہمانی کیواسطے - قال النبی صلعم تکون الارض یوم القیامۃ خبزۃ واحدۃ
یتکفاھا الجبار بیدہ کما یتکفا احدکم خبزتہ فی السفر نزلًا لاھل الجنۃ ان
تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین کا تبدل ذاتی ہوگا امام رازی لکھتے ہین کہ تبدل
صفتی کے وہی لوگ قائل ہین جنکا خیال یہ ہے کہ قیامت کو ذات اور جسم کو فنا نہین
صفات اور احوال کو فنا ہوگا - والقائلون بھذا القول ھم الذین یقولون ان عند
قیام القیامۃ لا یعدم اللہ الذوات والاجسام وانما یعدم صفاتھا واحوالھا
ہم بہی تعجب کرتے تہے کہ مولوی صاحب نے ایسی تفسیر لکہنے پر جرأت کیون کی آخر تفسیر
کبیر پر جب ہمنے نظر کی تو معلوم ہوا کہ مولوی صاحب اجسام کے معدوم ہونیکے قائل
نہین ہین اور انکا مذہب فلاسفہ کے قریب قریب ہے جو قدم عالم کے قائل ہین کیونکہ
بقول امام تبدل صفتی کے وہی لوگ قائل جو کہتے ہین کہ اجسام معدوم نہونگے - اب
فرمائے کہ آپ اہل حدیث رہے یا منکر قیامت ہوئے - (نمبر ۴۶ صفحہ ۲۲۶) **قولہ**
ویسئلونک عن الروح ای الوحی الذی یوحی الیک من القرآن **اقول** آپکا مطلب
یہہ ہے کہ روح سے اسجگہ مراد قرآن شریف ہے - یہہ تفسیر تفسیر نبوی کے برخلاف ہے
صحیح بخاری اور معالم مین لکہا ہے کہ قریش نے حضرت صلعم سے تین چیزونکا سوال
کیا اونمین سے ایک روحکا سوال تہا - قرآن سے انکا سوال نہ تہا کیونکہ قریش نے

مثل الاعمال تمام الایمان

یہود کی تعلیم کے موافق سوال کیا تہا جسمین قرآن کا ذکر تک نہین - دوسرا یہ کہ اس صو
پر جواب کا انطباق سوال سے نہین ہو سکتا اسلیے کہ امر بمعنے فضل کسی لغت کی کتاب مین
نہین دیکہا تیسرا یہہ کہ کیا یہود اور کیا قریش سب جانتے تے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
دعوی کرتے ہین کہ قرآن اللہ تعالی کا کلام ہے جو جمیع خلقت کی رہنمائی کے لیے نازل ہوتا
ہے - اب اونہون نے حضرت صلعم سے کیا سوال کرنا تہا مین خوب جانتا ہون جس غرض
کے لیے اپنے سمع خراشی کی ہے ~ من خوب می شناسم پیران پارسا را - وہ یہہ ہے کہ
آریہ وغیرہ کہا کرتے ہین کہ مسلمانون کی تعلیم ناقص ہے انکا مذہب عقلی باتون کی تعلیم کی
رد کرتا ہے چنانچہ روح کے متعلق قرآنی تعلیم کہتی ہے کہ امر ربی وغیرہ وغیرہ - اب بجائے اسکے
کہ آپ آیت اور حدیث اور اقوال صحابہؓ کو مانکر انکو دندان شکن جواب دیتے اولٹی تحریف
کر ڈالی اور تمام حدیث نبوی کے برخلاف تفسیر لکہی جس سے آپ پر یہ مثل خوب صادق آتی
ہے - فر من المطر وقام تحت المیزاب (نمبر ۶ صفحہ ۱۹۷) **قولہ** للذین احسنوا
الحسنی وزیادۃ علی قدر اعمالہم الخ (**قول** آپکے نزدیک زیادہ کے معنے اجگہ
زیادتی بقدر اعمال ہے - لیکن مفسر قرآن حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک زیادہ
کے معنے دیدار الہی ہے حضرت ابو بکرؓ اور حذیفہ اور ابن عباس اور علی مرتضی اور انس ابو موسے
اشعری اور کعب بن عجرہ اور صہیب اور ابوہریرہ ابن عمر عبادہ بن صامت حسن بصری عکرمہ
عطا مقاتل رضی اللہ عنہم وغیرہ کا یہی قول ہے وزیادۃ النظر الی وجہ اللہ الکریم
وھو قول اکابر الصحابۃ کالصدیق وغیرہ وعلیہ احادیث کثیرۃ نص ک
بہا رسول اللہ صلعم (جامع البیان وصحیح مسلم) اکلیل مین لکہا ہے قال
صلعم الحسنی الجنۃ والزیادۃ النظر الیہ تعالی اخرجہ مسلم اسکے آگے لکہا ہے
فالتفسیر بہا ثابت متواتر وفیہا رد علی من انکر الرویۃ یعنے زیادہ کی تفسیر
رویت باری تعالے سے متواتر ہے اسکی مخالفت گویا تواتر کی مخالفت ہے امام رازی

نے اسجگہ دو قول لکھے ہین - ایک اہل سنت کا جو زیادہ کے معنے رویت کے کرتے ہین دوسرا
معتزلہ کا جو زیادہ کے معنے زیادتی بقدر اعمال وغیرہ سے کرتے ہین - اور یہہ بھی لکھا
ہے کہ اہل سنت کی تفسیر نقل اور عقل کے مطابق ہے القول الاول ان المراد منہا
رویۃ اللہ سبحانہ وتعالی تالوا والدلیل علیہ النقل والعقل اما النقل فالحدیث
الوارد فیہ ان الحسنی ھی الجنۃ والزیادۃ ھی النظر الی اللہ سبحانہ وتعالی واما
العقل فھو ان الحسنی لفظۃ مفردۃ دخل علیھا حرف التعریف الخ آگے چلکر
معتزلہ کی تفسیر لکھکر خوب ہی رد کیا ہے - قال الجبائی الحسنی عبارۃ عن الثواب
المستحق والزیادۃ ھی ما یریدہ تعالی علی ھذا الثواب من التفضل الخ اجاب
اصحابنا عن ھذہ الوجوہ الخ پہر اختتام بحث پر لکھا ہے کہ اس آیت مین زیادہ کے
معنے رویت کی ہی ہے وایضا فقد بینا ان لفظ ھذہ الایۃ یدل علی ان الزیادۃ
ھی الرویۃ الخ معتزلہ چونکہ رویت باریتعالی کے منکر ہین اسلیئے انہون نے اس مسئلہ
کو نہین چہوڑا احادیث اور آثار صحابہ کو پس پشت ڈالدیا اور زیادہ کے ایسے
معنے کیئے کہ جس سے رویت ثابت ہی نہو - اب فرمائے کہ آپکی تفسیر اہل سنت کے مطابق
ہے یا معتزلہ کے میرے خیال مین آپ پکے معتزلی ہین اسیواسطے آپکو مصنف امرتعین نے
لکھا ہے کہ مفسر ثنائی نے اس تفسیر مین منکرین رویت کی تائید کی ہے یہ نہین لکھا کہ
مفسر امرتسری رویت کا منکر ہے پس آپکا الکلام المبین مین یہہ کہنا کہ مجھے دیدار الہی کا
منکر قرار دیا گیا ہے سراسر افترا اور خاندان غزنویہ پر اتہام ہے - آیت مذکورہ کی تفسیر
جسطرح اہل اعتزال نے کی ہے اسیطرح اپنے کی ہے اس خیال سے ہم آپکو معتزلی کہتے
ہین نہ اس حیثیت سے کہ آپ منکر رویت ہین - ابن عباس کے اثر سے آپکا استشہاد غلط ہے
کیونکہ اول تو آپ صحابی کی موقوف تفسیر کو حجت مانتے ہی نہین ہین دوم یہہ کہ
تفسیر صحابی سے تفسیر نبوی مقدم ہے - سوم یہہ کہ ابن عباس کی روایت بھی موجود ہے

جس مین زیادہ کرسعنے والیدار کے کئے ہین پس یہ روایت ابن جریر کی جسکو ابن عباس سے الکلام المبین مین نقل کر کے دونو توافق ظاہر کیا ہے غلط ہے اسلیے کہ ابن عباس کی قوی روایت وہی ہے جسکو ہمنے اکلیل سے نقل کیا ہے لہذا اوپر اعتزال کا فتوی نہین لگ سکتا اور آپ اوس سے چہوٹ نہین سکتے تاوقتیکہ غلطیون سے رجوع نکرین - (نمبر ٤٦ صفحہ ٢٢٩) **قولہ** کما یسبح الحوت سبحا طبعیا الخ **اقول** انکی غرض یہ ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام جس مچہلی کو ہمراہ لے گئے تہے جب وہ پانی مین چلے گئی اور حضرت یوشع سے گم ہوئی اور دریا مین چلے گئی تو تیرنا اسکا طبعی مثل اور مچہلیونکے تہا یہ تفسیر بہی تفسیر نبوی کے برخلاف ہے قال علیہ السلام فاتخذ سبیلہ فی البحر سربا امسک اللہ عن الحوت جریۃ الماء فصار علیہ مثل الطاق وقال فی حدیث اخر حتی کان اثرہ فی حجر یعنے اوس مچہلی کے دریا مین چلنے سے پانی میں مثل پتہر کی سوراخ بنا رہا سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس سے غرض یہہ ہے کہ اوس مچہلی کی رفتار طبعی نہ تہی - امام رازی لکہتے ہین کہ مچہلی مردہ کا زندہ ہونا اور پہر دریا مین چلنا اور اوسکی رفتار سے پانی مین سوراخ مثل طاق کی ہوجانا معجزہ اور خرق عادت تہا فان قیل انقلاب السمکۃ المالحۃ حیۃ حالۃ عجیبۃ الخ اسکے آگے لکہا ہے والثانی ان اللہ تعالی امسک اجزاء الماء علے البحر وجعلہ کالطاق والکوۃ حتی سری الحوت فیہ - معلوم ہوتا ہے کہ قسام ازل نے انکی طبعیت مین یہہ بات ڈال دی تہی کہ قرآن وحدیث مین جس جگہ کوئی امر خلاف نیچر مذکور ہو فوراً اوسکی تحریف کردو - کیا ہی اچھا شعر کسی شخص نے کہا ہے ؎

قسمت کیا ہر چیز کو قسام ازل نے - جو شخص کہ جس چیز کے لائق نظر آیا - اس سے بڑھکر ترک اسلام مین آپنے ایک اور غضب کیا جس جگہ لکہا ہے کہ مچہلی مردہ نہ تہی بلکہ حضرت موسے ع کو حکم ہوا تہا کہ مچہلی کو پانی کے برتن مین رکہہ لو چنانچہ حضرت موسے ع نے ایسا ہی کیا - یہہ بہی حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح حدیث اور تفسیر کے برخلاف ہے - خذ نونا وحوتا میتا (صحیح بخاری) یعنے مچہلی مردہ پکڑ لو ایسا ہی ترک اسلام مین آپنے یہہ بہی غلط لکہا ہے کہ صالح ع

کی انگلی پتھر سے نہین نکلی کیون مفسر صاحب یہہ کس اہل حدیث کا مذہب ہے - باوجود ظاہر
ہونے ڈبل تحریف کے پہر بہی آپکے چیلے چانٹے تفسیر کو صحیح سمجھتے ہین اور آپکا ساتھہ نہین چھوڑتے
مین افسوس کرتا ہون کہ وہ قرآن کریم کی اس آیت کو کیون بہول گئے ہین - لا تجد قوما
یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولا ترکنوا الی الذین
ظلموا فتمسکم النار (نمبر ۷ صفحہ ۲۶۹) **قولہ** وفیہ اشارۃ الی ان خضر قد مات فی وقتہ
لقولہ علیہ السلام لو کان الخضر حیا لزارنی **اقول** اس حدیث کی صحت کا کوئی معیار
شاید آپکو معلوم ہوگا ورنہ ہمنے تو صحاح ستہ وغیرہ مین اسکی صحت کا کوئی ثبوت نہین پایا بلکہ بعض
کا قول ہے کہ یہہ حدیث موضوع یعنے جھوٹی ہے - قال علیہ السلام کفی بالمرء کذبا ان
یحدث بکل ما سمع - ومن کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار -
(نمبر ۸ صفحہ ۲۷۱) **قولہ** قال اما من ظلم ای افسد بقتل الغیر او السرقۃ او قطع الطریق
معنی ظلم اشرک غیر صحیح لانہم کانو معاھدین - **اقول** ظلم کے معنے اسجگہ فساد قتل وغیرہ
سے لکھنے مفسرین اہل سنت کے برخلاف ہے مفسرین اہل سنت لکھتے ہین کہ ظلم کے معنے اسجگہ
شرک ہے - قرآن مجید مین ظلم کا اطلاق شرک پر بہی آیا ہے - ان الشرک لظلم عظیم -
اگر ظلم سے مراد قتل وغیرہ لیا جائے - تو بعد عذاب دنیا اور اجراء حدود شرعیہ کے آخرت
کا عذاب کیون ہوگا ثم یرد الی ربہ اور فیعذبہ عذابا نکرا کا کیا مطلب سمجھا جاویگا
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حدود گناہ کے لیے کفارہ ہین - جسپر حدود شرعیہ قائم
کی جاوین جیسے قطع ید وغیرہ او سکو عاقبت کا عذاب نہ ہوگا - آپکو کیونکر باور ہوا کہ ذوالقرنین
کا اونسے معاہدہ تہا وعلی سبیل التسلیم کیا معاہدین کبھی مشرکین نہین ہوتے - حضرت صلعم
کے ذمیون اور معاہدون کا حال یاد کرو وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ -
نحوی ترکیب کی لحاظ سے جملہ معنے ظلم اشرک بدون اتصال کلام سابق کے اور باوجود مضاف
الیہ ہونے جملہ فعلیہ کے صحیح نہین پس صحیح یون ہے اعلم ان معنے الظلم ھھنا بالشرک

غیر صحیح - تحریر کا پڑھنے والا بہی اس عبارت کے سقم کو معلوم کرسکتا ہے اپنی عبارت
آرائی اور غلط بیانی کا یہہ حال ہے جو آپ دیکھہ رہے ہین اور دوسرون کو صرف
پڑہانیکے لیئے ادب العرب ایک مختصر رسالہ تالیف کرکے اشتہار دیدیا کہ اسکے پڑہانے
سے جلدی صرف آجاتی ہے - مین کہتا ہون کہ آپ جیسا اہل حدیث جب یہ کہے کہ میری
ایک کتاب پڑہانیسے طالب علم بہت جلدی صرفی بنجاتا ہے تو کیون بلا فائدہ اور کتابین پڑہاتے
اور وقت ضائع کرتے ہین ہم امید کرتے ہین کہ آپ اپنے لڑکے کو بس یہہ ہی کتاب اچھی طرحسے
پڑہاکر دیگر درسی کتابون سے مستغنی کردینگے آپ چاہے اسکو مبالغہ کہین یا جہوٹھہ کچھہ ہو
تاہم ایک مدعی عمل بالحدیث کو ایسی تحریر بہت ہلکا کردینیوالی ہے - اللہ اکبر ھتکت استارکم -
(نمبر ۶۹ صفحہ ۲۹۸) **قولہ** ومایروی من انہ علیہ السلام قرء والنجم الخ لیس بصحیح
اقول ارے میان صحیح بخاری کو اگر آپ دیکھہ لیتے تو ایسا کاہے کو کہتے - بخاری مین
لکہا ہے کہ سورت نجم جب نازل ہوئی تو حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانون اور
کافرون پر یہہ سورت پڑہی اخیر پر دونون فریق نے سجدہ کیا الخ یعنے مسلمانون نے تو
اسلیئے کہ خدا کا حکم تہا - اور کفار نے اسلیئے کہ بتون کی نسبت اونکے کانون مین تعظیمی الفاظ
پہونچے تہے - حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نہین پڑہے - لیکن آپکے سانس لینے کے
وقت ابلیس نے ایسا آوازہ ملایا کہ کفار سمجھہ گیئے کہ یہ آوازہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
ہے - اہل سنت کی معتبر تفسیرون مین اسکی تصریح موجود ہے وحدیث صحیح کے ہوتے ہوئے
آپ جیسے منکرین کی کون سنتا ہے - ہماری غرض صرف اتنی ہے کہ احادیث صحیحہ اور اقوال
صحابہ اور معتبر تفاسیر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہہ قصہ صحیح ہے باقی اسپر جو اعتراضات وارد
ہوتے ہین وہ اور اونکے جوابات مطولات مین موجود ہین - ابن جریر - ابن کثیر - درمنثور
معالم وغیرہ کو دیکھو (نمبر ۷ صفحہ ۲۱۶) **قولہ** الذین یحشرون علی وجوھھم الی
یسحبون ویحشرون الی جہنم ذلیلین **اقول** چونکہ قیامت کے دن کفار کا سر کے

بل اوندھے چلنا خلاف قانون قدرت تھا اسلیئے لفظ ولیلبین بڑہا کر یہہ ثابت کیا کہ صرف ذلت کے ساتھہ چلائے جائینگے نہ اولٹے سر کے بل ۔ اس تحریف معنوی کی تردید خود تفسیر نبوی مین موجود ہے ان رجلا قال یا رسول اللہ کیف یحشر الکافر علی وجہہ فقال الیس الذی امشاہ علی رجلیہ قادرا ان یمشیہ علی وجہہ یوم القیامۃ یعنے اللہ کو ہر چیز پر قدرت کامل ہے ۔ قیامت کے دن کافرون کو سر کے بل چلانیکی طاقت بھی رکھتا ہے کہ سر کے بل بھی چلا سکے پس وہ کفار بد کردار کو سر کے بل چلائیگا سر نیچے ہوگا ۔ پاؤن اوپر ہونگے (نمبر ۱ صفحہ ۹۴۳) **قولہ** یدبر الامر من السماء ای العلو الینا بسبب للحکومۃ الی الارض الی المخلوقۃ ۔ **اقول** چونکہ آپنے عرش اور مسئلہ استوی مین معتزلہ کا مذہب اختیار کیا ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھہ آئے ہین اور آپکی تفسیر بھی شاہد ہے کہ آپ پکے معتزلی ہین ۔ گو آپنے اربعین کے جواب مین لکھا ہے کہ مجھپر اتہام لگایا جاتا ہے کہ مین معتزلی ہون بلکہ مین اہل حدیث ہون ۔ ہم یہہ کہتے ہین کہ آپکی تفسیر جب آپکو معتزلی بناتی ہے تو آپ کس بنا پر اہل حدیث کہلانیکے مستحق ہین ۔ ہم افسوس کرتے ہین کہ بعض علماء نے آپکو کس خیال سے اہل حدیث لکھا ۔ آپ ابھی تک اپنی تفسیر کی غلطیون اور کجرویون پر قائم و مصر ہین جبتک آپ تفسیر کی غلطیون سے رجوع نکرین آپکو اہل حدیث کہنا سخت گناہ ہے اگر آپ معتزلی نہین تو بتلائے کہ آیت مذکورہ کی تفسیر جیسے آپنے کی ہے کس مفسر اہل سنت نے لکھی ہے ذاپنے تفسیر بالحدیث کو قابل اعتبار سمجھا اور نہ صحابہ کی تفسیر کو معتبر جانا ۔

(نمبر ۲ ۔ صفحہ ۵۵ س) **قولہ** زوجناکہا ای اعطیناک الاجازۃ فی نکاحہا بعد مضی العدۃ ۔ **اقول** اس سے ثابت ہوا کہ آپکے نزدیک حضرت زینبؓ کا نکاح آسمانون پر اللہ نے نہین کیا بلکہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا مین نکاح کرنیکی اجازت ملی تھی ۔ یہہ بھی سید احمد نیچری اور مرزا قادیانی مردود کی تقلید ہے اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کے برخلاف ہے ام المومنین مائی زینب کا دیگر ازواج مطہرات پر فخر کرنا دلالت

کرتا ہے کہ انکا نکاح آسمانون پر اللہ تعالی نے باندہا تہا۔ کیا دیگر ازواج کا نکاح بدون
اجازت خداوند کریم کی کیا تہا۔ نہین تمام بی بیون کا عقد اللہ کی اجازت سے کیا تہا۔ پس
مائی زینب کی خصوصیت اسمین کیا رہی۔ اسلئے علماء اہل حدیث لکہتے ہین کہ صرف آسمانی نکاح
پر ہی حضرت نے کفایت کی۔ کسی حدیث کی کتاب مین منقول نہین کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے زمین پر مجمع صحابہ مین یہہ نکاح کیا ہو۔ ولهذا تقول افتخارا زوجنی اللّٰہ من فوق
سبع سموات والسفیر جبرائیل رواہ البخاری والترمذی واحمد وغیرهم اگر دنیا
مین نکاح ہوتا تو حضرت زینب رضؓ فرماتی کہ میرا نکاح اور بی بیون کی طرح سے ہوا پس صریح
زوجنا کہا جسمین تزویج کی نسبت اللہ تعالی نے اپنی طرف فرمائی ہے دلالت ہین کرتا ہے
کہ اللہ تعالی نے خود ہی بواسطہ جبرائیل کے حضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا نکاح کیا نہ یہ کہ اجازت
نکاح کی دی فانظر نعم ما قال المفسر ومن یجد وجدہ (نمبر ۲۳ صفحہ ۳۰۵) **قولہ** فبراہ اللہ مما
قالوا باظہار اعجازہ وعجزہ مقابلیہ **اقول** یہہ عجیب لطف کی بات ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تو زبان مبارک سے آیت کی تفسیر کچہہ فرماوین اور ہمارے ہم عصر نوجوان مفسر صاحب کچہہ
اور ہی گاتے جائین۔ سنو احضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفسیر یہہ ہے عن ابی ہریرۃ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ان موسی کان رجلا حییا الخ فذالک
قولہ یا ایہا الذین آمنوا یعنی حضرت موسیٰ ؑ کو بنی اسرائیل مبروص ادر اور وغیرہ کہتے
تے ایک دفعہ تمام کپڑے اتار کر ایک پتہر پر رکہدئے اور برہنہ غسل کرنے لگے وہ پتہر موسیٰ ؑ
کے کپڑے لیکر دوڑا بنی اسرائیل کے مجمع مین آکر ٹہر گیا۔ حضرت موسیٰ ؑ بہی غصہ کی حالت
مین اوسکے پیچہے دوڑے جب سبنے دیکہہ لیا تو یقین ہوا کہ موسیٰ ؑ بیمار نہین ہین اسطرح سے
اللہ نے موسیٰ ؑ کو بری کیا۔ اس قصہ مین پتہر کا کپڑے لیکر دوڑنا اور پہر موضع مخصوص
پر ٹہر جانا چونکہ معجزہ اور خلاف قانون قدرت تہا۔ اسلئے آپنے ایسی تفسیر کی کہ جس مین یہہ
معجزہ ثابت ہی نہوا اب یہہ انکار معجزہ نہین تو اور کیا ہے اور تفسیر بالرائے نہین تو اسکے

خلاف کیون تغیر کی اور حدیث کیون چہوڑی فہل ھذا الا تفسیر بالرای وانکار للمعجزة

(نمبر ۶، صفحہ ۶۶) **قولہ** وکتبنا لہ فی الالواح من کل شیء ای امرنا بکتابة الاحکام

اقول یعنے توراۃ کے لکہنیکا ہمنے حکم دیا - یہہ بہی حدیث صحیح اور جمہور مفسرین اہل سنت

کے خلاف ہے - حدیث صحیح مرفوع سے ثابت ہے کہ اللہ تعالی نے توراۃ کو اپنے ہاتہہ سے لکہا

اور آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتہہ سے بنایا اور بہشت عدن کو اپنے ہاتہہ سے بنایا (صحیح بخاری) اس

سے بڑہکر قرآن اور حدیث کی اور کیا مخالفت ہوگی کہ خداوند کریم فرماتا ہے کہ ہمنے لکہا اور حضرت

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ خدانے اپنے ہاتہہ سے لکہا یعنی کتابت کی نسبت اللہ تعالی

نے اپنی طرف کی ہے لیکن آپنے الکلام المبین مین خاندان غزنویہ خصوصاً مولوی عبد الجبار صاحب

پر بیجا حملہ کرتے ہوئے اونکو علوم عربیہ سے جاہل اور ناواقف تبلایا ہے - اور لکہا ہے کہ یہ نسبت

مجازی ہے از قبیل بنی الامیر المدینة - مین کہتا ہون کہ مولوی عبد الجبار صاحب کی عربیت

مسلم ہو چکی ہے یہانتک کہ حضرت مخدومی جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث

دہلوی نے میرے روبرو مولوی عبد الجبار صاحب کی علمیت کا اقرار کیا اور اونکی تحسین کی تہی

ہم مانتے ہین کہ فصحاء و بلغاء کی کلام مین مجاز فی الطرف اور مجاز فی النسبة مستعمل ہوتا ہے

لیکن استعمال مجاز کا وہ محل ہے کہ جس جگہ حقیقت متعسر یا متعذر یا ممتنع وغیرہ ہو -

اور یہان ایسا نہین - کیونکہ اللہ تعالی کا اپنے ہاتہہ سے توراۃ کو لکہنا کوئی امر ممتنع نہین بلکہ

ممکن بالذات ہے - پس خاندان غزنویہ کو برا کہنا ایسا ہے جیسا کوئی آفتاب کو برا کہے - یہہ

خاندان نیک بخت اعلی درجہ کا راست باز مہاجر فی سبیل اللہ ہے - اشاعت علوم دینیہ مین سرگرم

ساعی رہتا ہے ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ❊ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ -

(نمبر ۷، صفحہ ۳۲۳) **قولہ** یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت ببرکة التوحید فی الحیوة

الدنیا - **اقول** معتزلہ عذاب قبر کے منکر ہین - اور اہل سنت جو مثبت عذاب قبر ہین - ثبوت

عذاب قبر مین اس آیت اور دیگر آیات واحادیث سے استدلال لاتے ہین کیونکہ یہہ آیت عذاب

قبر کے بارے مین نازل ہوئی ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلم اذا سئل فی
القبر یشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمد الرسول اللہ فذالک قولہ یثبت اللہ الذین
وفی روایۃ نزلت فی عذاب القبر اگر آپ معتزلی نہین تو اہل سنت کے طریق پر حدیث شریف
ذکر کرتے اور اس مسئلہ کو۔ چونکہ مقام تفسیر تہا کہولدیتے اور کہتے کہ اس آیت سے عذاب قبر ثابت
ہے تبہی تو اربعین کے مصنف نے آپکی نسبت لکہا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے معتزلہ کی تقلید
سے ایسے معنے لکہے ہین کہ جس سے عذاب قبر اور سوال منکر نکیر ثابت ہی نہو مطلب یہہ کہ
معتزلہ کی تائید کی نہ اہل سنت کی (نمبر ۶، صفحہ ۳۶) **قولہ** والنالہ الحدید ای علمناہ
الآنۃ الحدید الخ **اقول** آپکی تقریر کا مطلب یہہ ہے کہ حضرت داؤد کو لوہا نرم کرنیکا طریق
سکہلایا گیا تہا۔ جیسے آج کل بڑے بڑے اور انگریز مشینون اور کلون کے ذریعہ ہزار ہا من لوہا
پگہلا لیتے ہین اور مختلف چیزین اوسکے تیار کر لیتے ہین۔ ویسے ہی حضرت داؤد بہی بنا لیتے
تہے۔ پس اس سے معجزہ حضرت داود کا ثابت نہ ہوا۔ تمام محدثین اور مفسرین اہل
سنت اسی آیت سے ثابت کرتے ہین کہ حضرت داؤد صرف ہاتہہ لگاتے تو لوہا نرم
ہو جاتا نہ یہ کہ انکو کوئی طریق اسباب طبعیہ سے لوہا نرم کرنیکا سکہلایا گیا تہا۔ جیسے حضرت
موسے کو سانپ بنانیکا کوئی طریقہ نہین بتلایا گیا تہا بلکہ اللہ کی قدرت سے عصا موسے
کا سانپ بنجاتا تہا ویسے لوہا بہی حضرت داؤد کی ہتہیلی مین نرم ہو جاتا تہا **ع**
چون عنایت قادری قیوم کرد۔ در کف داؤد آہن موم گرد۔ قال فی جامع البیان
والنالہ الحدید کالطین والشمع یصرفہ بیدہ من غیر نار ولا ضرب
مطرقۃ۔ جب لوہا نرم ہو جاتا تو اوس سے مختلف سامان حرب وغیرہ بنا لیتے
جیسے فرمایا وعلمناہ صنعۃ لبوس لکم۔ پس صریح آیت والنالہ الحدید کی تحریف
اس سے بڑہکر اور کیا ہوگی۔ (نمبر ۲، صفحہ ۳۶) **قولہ** حتی اذا فزع عن قلوبہم الخ
حتی عاطفۃ لاغایۃ لہا **اقول** کیون نہو فاضل ہون تو ایسے ہی ہون

تو ایسے ہی ہوں ۔ صحیح بخاری کے حاشیہ مین لکھا ہے کہ حتی غایت ہی مفہوم کلام سابق سے حیث قال ھذا الغایۃ لمفہوم الکلام السابق ۔ علمی غلطی کے علاوہ اور بہی اپنے اجگہ گڑ بڑ کر دیا ۔ اور فرشتون کی پہلانیکے متعلق جو صحیح بخاری مین حدیث آئی ہے اوسکو بہی آپنے ماشاء اللہ خوب ہی تسلیم کیا ہے واہ رے لیاقت ۔

(نمبر ۷ صفحہ ۳) **قولہ** والشمس تجری لمستقر لہا ای الی لفظۃ من الافق تصل علیہا کل یوم باعتبار کل موسم ۔ **اقول** یہہ بہی حدیث کے برخلاف ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آفتاب کا مستقر نیچے عرش رب العالمین کو بیان فرمایا عن ابی ذر قال سئلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قولہ والشمس تجری الخ قال مستقرھا تحت العرش ۔ تمام محدثین نے اس حدیث کی صحت کا اقرار کیا ہے وفیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم المنزل علیہ القرآن ان مستقرھا تحت العرش تذھب وتسجد ھناک واذا کان العرش کرۃ محیطۃ فتحتہا باعتبار مکان خاص من العرش صحیحین مین یون ہی آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آفتاب جب ڈوبتا ہے تو خدا کے عرش کے نیچے پہونچکر سجدہ میں گر پڑتا ہے پس حکم ہوتا ہے کہ جس جگہ سے ہمیشہ نکلتا ہے وہین سے نکل ۔ قیامت کے نزدیک مغرب سے طلوع کا حکم ہوگا الخ دیکھا یہہ ہے سچی تفسیر سچے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی جسپر ہمارا دل وجان سے ایمان ہے ۔ حضرات علماء کرام جو کہ حدیث مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نائب کہلاتے ہین خصوصاً جنہون نے تفسیر ثنائی عربی اور ترک اسلام اور الکلام المبین کو صحیح تبلایا اور مولوی ثناء اللہ صاحب کو اہل حدیث سے شمار کیا ہے گذارش ہے کہ تفسیر ثنائی اور تفسیر نبوی کے درمیان اتنی مخالفت کے ہوتے ہوئے آپنے اسکو اہل سنت سے کس بنا پر شمار کیا ہے ع ببین تفاوت راہ از کجا است تا بکجا ۔ (نمبر ۹ صفحہ ۶۷) **قولہ** وفدینٰہ بذبح عظیم ای امرناہ

بذبح الکبش مکان اسماعیل الخ **اقول** آپکی ہی ایک حالت نہین کئی رنگ بدلتے
ہین کہین تو خرق عادت کو تسلیم کر لیتے ہین جیسا قصہ بقر اور حضرت عزیر مین اور
کہین ایسی تحریف کرتے ہین کہ صاف اوس معجزہ کا انکار پایا جاتا ہے کما سبق منا
فتذکرہ اون مین سے ایک یہہ قصہ ذبح دنبہ کا ہے آپکی اس تفسیر اور ترک اسلام
کی عبارت ملانیسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہشتی دنبہ کا فوراً آجانا اور حضرت اسماعیل
کے بجائے ذبح ہو جانیسے منکر ہین ذرا ترک اسلام کی عبارت کو غور سے پڑہین -
در منثور سے جو قول سعید بن جبیر رض کا آپنے الکلام المبین مین نقل فرمایا - بیشک صحیح ہے
لیکن چونکہ اونہون نے کسی اور موقع پر اسکی تصریح نہین کی کہ وہ بہشتی دنبہ نہ تہا لہذا اس
کلام مین معہود فی الذہن بہشتی دنبہ ہونا چاہیئے - بخلاف آپکی اس تفسیر کے کہ یہان الف
ولام الکبش مین عہدی نہین ہو سکتا - کیونکہ آپکا رسالہ ترک اسلام علانیہ کہہ رہا ہے
کہ مولوی ثناء اللہ بہشتی دنبہ کا منکر ہے - حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ وہ دنبہ چالیس
برس بہشت مین چرتا رہا - ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم نے اس اثر کو نقل کیا ہے - امام
رازی نے بہی لکہا ہے کہ وہ دنبہ چالیس سال بہشت مین پرورش پاتا رہا تہا - محدثین کا
اصول ہے کہ صحابی جس تفسیر مین رائے کو دخل نہ ہو تو وہ حجت ہوتی ہے اور حکماً مرفوع
ہوتی ہے پس حضرت ابن عباس کو اس اثر کو حکماً مرفوع سمجہنا چاہیئے آپنے اس
اثر کو ضعیف اور کمزور کرنیکے لیئے الکلام المبین مین اس درجہ انصاف کو چہوڑا کہ عقل حیران
ہے چنانچہ آپ لکہتے ہین (حالانکہ محدثین کا فیصلہ ہے کہ ابن عباس کی روایتون مین سے
صحیح روایت علی بن ابی طلحہ کی ہے چنانچہ استاذ الہند شاہ ولی اللہ صاحب فوز الکبیر مین
فرماتے ہین احسن الطرق فی شرح الغریب ما صح عن ترجمان القرآن الخ ایسا ہی
نواب صدیق حسن خانصاحب نے فتح البیان مین لکہا ہے احسن الطرق عنہ
طریقۃ علی ابن ابی طلحۃ واعتمد علی ہذہ البخاری الخ) ان ہر دو عبارتوں

مین لفظ احسن کا ترجمہ صحیح سے کیا ہے حالانکہ لفظ احسن جو اسم تفضیل کا صیغہ ہے ترجمہ اسکا بہت اچھا ہے نہ صحیح۔ احسن سے مقصود اونکا یہہ ہے کہ ابن عباسؓ کی جو روایتین علی بن ابی طلحہ کی طریق سے آئی ہین اعلی درجہ کی اور سب سے اچھی ہین اور جو انکی غیر سے آئی ہین جیسی یہہ اثر بحوث عنہ وہ اچھا اور حسن ہے کیونکہ اسم تفضیل مفضل اور مفضل علیہ کو چاہتا ہے۔ احسن کا ترجمہ صحیح کرنا نہ درایت سے ثابت ہے نہ روایت سے اب آپ ہی ذرا انصاف سے فرماوین کہ آپکی جہالت ثابت ہوئی یا مولانا مولوی عبد الجبار صاحب کی جن کو الکلام المبین مین کہین حاسد۔ اور کہین جاہل بنایا۔ اور کہین دیانند اریہ سے تشبیہ دی ہے اور دیانند کو لفظ سوامی سے لکھا ہے جسکے معنے بزرگ کی ہین۔ ایسی توہین سے اونکا کچھہ نہین بگڑتا آپکا ہی ملک مین نام بد ہوتا ہے ؎ شب پرہ گر وصل آفتاب نخواہد۔ رونق بازار آفتاب نکاہد۔ مجالس الابرار جو بڑے پایہ کی کتاب ہے اوسمین لکھا ہے کہ اہانۃ العلماء کفر یعنی علماء کی اہانت کفر ہے۔ خیر خاندان غزنویہ سے چونکہ آپکو شاگردی کا تعلق نہین تہا اونکی نسبت جو کچھہ زہر اگلا ہے اسکا بدلا وہ لین یا چہوڑین اونکا حق ہے اسمین ہم کچھہ نہین کہہ سکتے لیکن مخدومی مکرمی حضرت جناب مولانا مولوی احمد اللہ صاحب کی نسبت جو کچھہ لکھا ہے بہت ہی برا ہے کسی جگہ انکو اریون کا حامی لکھا اور کسی جگہ بات کی پچ کرنیوالا اور کہین نزلہ گرانے والا وغیرہ وغیرہ لکھکر اپنی اصلیت ظاہر کی ہے حالانکہ مولا ممدوح کے احسانات آپ پر اسقدر ہین کہ قیامت تک اونکا شکریہ ادا نہین ہو سکتا ؎ در ہر سخن بحث کردن رواست + خطا بر بزرگان گرفتن خطا است۔ اب فرمائے کہ آپ اوستاد کے عاق ہوئے یا نہین۔ میرے خیال مین تو عقوق ثابت ہے کیونکہ جن چیزون سے عقوق ثابت ہو وہ سب آپ مین پائی جاتی ہین چنانچہ مبسوط مین لکھا ہے العقوق یثبت بثلاثۃ اشیاء الاول بالایذاء قولاً او فعلاً۔ والثانی بالبخل والمنازعۃ والثالث بالاہانۃ سراً او

جہاً یعنے ایذا اور تخجیل او سکا زعت و توہین اوستاد سے عقوق ثابت ہوتا ہے۔ و فی
الظہیری ومن امتنع کلمةً من الاستاذ او حول عنه وجہه فھو عاق لا یقبل عنه
الصلوٰة والصوم والحج والزکوٰة ولا یقبل شہادته ولا یجوز الذبح من یده
وذبیحة العاق والکافر سواءً وکان فی النار مع الکافرین الا ان یتوب و
یرضی عنه استاذه فیصیر مسلمة کما اسلم الکافر عن الکفر وبه یفتی انتہی
یعنے عاق کا نہ روزہ قبول ہے نہ نماز نہ حج اور نہ اوسکی عبادت قبول ہوتی ہے اور اوسکی
ہاتھ کا ذبیحہ جائز نہیں ہاں اگر توبہ کرے اور اوستاد راضی ہوجاوے تو پھر جائز ہے۔
برہانیہ میں لکھا ہے او خاصم مع الاستاذ لا یجوز شہادته ولا یقبل عبادته عند
اللہ تعالیٰ یلجلج لسانه عند الموت ولا یجوز الصلوٰة خلف العاق من الاستاذ
یعنی جو شخص اوستاد کا عاق ہوا اسکے پیچھے نماز جائز نہیں ولا تقل لھما اُف الخ
وبہذا النص ثبت حق الاستاذ علی التلمیذ وکذا حق الشیخ علی الطالب
بالاستاد والشیخ افضل من الاب فاو بمادلی من ادبه (نقل تفسیر احمدی)
مشایخ کا قول ہے من قال لاستاذه لم فلا یکون خیرا قط۔ کتاب تعلیم
المتعلم میں امام ارتوجی شاگرد صاحب ہدایہ نے لکھا ہے فالحاصل انه یطلب
رضاءه ویجتنب سخطه ویطیع امره فی غیر معصیة ولا طاعة لمخلوق فی معصیه
الخالق ابن حجر مکی نے کتاب الزواجر میں لکھا ہے کہ عالم کا استخفاف گناہ کبیرہ ہے عن ابی
امامة ان رسول اللہ صلعم قال ثلثة لا یستخف بھم الا منافق ذوالشیبة فی الاسلام
وذو العلم وامام مقسط ..... مولوی عبدالحی صاحب نے بھی مجموعہ فتاوے میں ایسا ہی
لکھا ہے کہ علماء سب لوگوں سے افضل ہیں .... اور تکفیر کرنیوالا ہے۔ دوسری جگہ یہ لکھا ہے کہ اوستاد شاگرد
پر والدین سے زیادہ مہربان ہوتا ہے کیونکہ والدین دنیوی آگ سے حفاظت کرتے ہیں اور
اوستاد آخرت کی آگ سے بچاتا ہے العالم اراف بالتلمیذ من الاب والام لان الاباء

والامہات یحفظونہ من نار الدنیا وآفاتہا والعلماء یحفظونہ من نار الآخرۃ وشدائدہا اسکے بعد ایک حدیث لکھی ہے جسکے الفاظ یہ ہین قال علیہ السلام من اغبرت قدماہ فی طلب العلم حرم اللہ جسدہ علی النار واستغفر لہ ملکان وان مات فی طلبہ مات شہیداً وکان قبرہ روضۃ من ریاض الجنۃ ویوسع لہ فی قبرہ مد بصرہ وینور علی جیرانہ اربعین قبراً عن یمینہ واربعین قبراً عن یسارہ واربعین عن خلفہ واربعین امامہ ونوم العالم عبادۃ ومذاکرتہ تسبیح ونفسہ صدقۃ وکل قطرۃ نزلت من عینیہ تطفی بحراً من جہنم فمن اہان العالم فقد اہان العلم ومن اہان العلم فقد اہان النبی ومن اہان النبی فقد اہان جبرائیل ومن اہان جبرائیل فقد اہان اللہ ومن اہان اللہ اہانہ اللہ یوم القیامۃ انتہی۔ جس غرض کے لیے مین نے یہ حدیث نقل کی وہ یہہ ہے کہ عالم کی توہین سے علم کی توہین لازم آتی ہے اور جس نے علم کی توہین کی اوسنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین کی اور جس نے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین کی اوسنے جبرائیل کی اور پہر خداوند تعالے کی توہین کی پس یہ سلسلہ خدا تک ختم ہوکر رہتا ہے۔ اب کیا حال ہے اوس شخص کا کہ جس نے اپنے اوستاذ کے نسبت ایسے توہین کے الفاظ کتاب مین لکھے ہون کہ جن کو پڑہکر دل پارہ پارہ ہوا جاتا ہے اور مارے غصہ کے بدن پر حالت رعشہ کی طاری ہو جاتی ہے وہ ہمارے ہم عصر مفسر امرتسری صاحب ہین کہ جنہون نے نہ صرف زبانی طعن وتشنیع پر بس کی بلکہ گندے الفاظ سے اپنی کتاب کو خود ہی ردی کر دیا اور جناب مولانا مولوی احمد اللہ صاحب کو کبیدہ خاطر کیا چونکہ الکلام المبین شائع ہوکر ملک کے دور دراز حصون مین تقسیم ہوگیا ہے اسلیے اسکا تدارک اب بہت ہی مشکل ہے ؎ خیال زلف دوتا مین نصیر پیٹا کر۔ گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر۔ ان تمام وجوہات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ عاق ہین۔ اگر آپ کہین کہ

گو مجھہ مین شرائط عقوق کی پائے جاتے ہین لیکن مولانا مولوی احمد اللہ صاحب نے جو کہ
بذریعہ اشتہار و اخبار اعلان نہین کیا کہ مولوی ثناء اللہ میرا عاق ہے لہذا مجہپر عاق استاد
کا فتوے چسپان نہین ہو سکتا تو اسکا جواب یون سمجہنا چاہئے کہ جب اوصاف اور شرائط
عقوق آپ مین پائے گئے تو عقوق بہی پایا گیا ہمنے کسی کتاب فقہ مین نہین دیکہا کہ
تحقق عقوق کے واسطے اعلان استاد کا شرط ہے بلکہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
جو عقوق والدین کے متعلق وعید فرمایا ہے اوسمین بہی یہہ شرط نہین کہ والدین
کی تحریر یا تقریر عقوق کے لیے ضروری ہے پس استاد جسکا درجہ والدین سے زیادہ
اوسکے عقوق کے واسطے اعلان کیسے شرط ہو سکتا ہے ورنہ آپ ہی فرماوین کہ کس کتاب
مین یہہ شرط لکہی ہے یہہ مولوی صاحب کی دلعززی .... مانع اعلان ہے ورنہ کون کہہ سکتا ہے
کہ یہ الفاظ توہین کے نہین ہین ؎ بزرگش نخوانند اہل خرد * کہ نام بزرگان بزشتی برد
خلاصہ و فتاوے برہنہ و تحفۃ الفقہا مین لکہا ہے العاق یصیر عاقا باربعۃ اشیاء الاول
ان یحقر الاستاد و یظہر عیبہ عند الناس و ینکر عن امر الاستاد و سب الاستاد -
(نزہۃ العارفین) العاق من الاستاد لا یرجو الغفران بالاستغفار سبعین وجہا وحکمہ انہ
لا یجوز الصلوۃ خلفہ و رد القاضی شہادتہ عوارف المعارف مین لکہا ہے من قال
لاستادہ عند مقالتہ لیس کذالک لا یفلح ابدا شاہ ولی اللہ صاحب اور نواب صدیق حسن
خانصاحب کی عبارت کو اپنے لیے مفید سمجہنا گویا مجمع طلباء مین اپنی تضحیک کرانی ہے
غرض جمہور مفسرین اہل سنت مانتے ہین کہ حضرت اسمٰعیل کا دنبہ چالیس برس
بہشت مین چرتا رہا - پہر اللہ تعالی نے اوسکو اسماعیل ع کے بجائے ذبحہ کرنیکا حکم فرمایا لیکن
آپ اسکے مخالف ہین پس ثابت ہوا کہ آپکی تفسیر تفسیر نبوی اور تفسیر صحابہ و مفسرین اہل
سنت کے برخلاف ہے -

(نمبرہ صفحہ ۳۰) **قولہ** وهل اتاك نبؤ الخصم ای المتخاصمین الخ **اقول** آپکا مطلب

یہ ہے کہ حضرت داؤد کے پاس مدعی اور مدعی علیہ آئے تھے خالی فرشتے نہ تھے۔
ترجمان القرآن۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ دو فرشتے بصورت انسان آئے
تھے فجاء ملکان بصورت رجلین ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اصحابی کے
قول کے ہوتے ہوئے اپنی رائے کو مقدم نہ رکھے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے
منقول ہے اترک قولی بقول الصحابۃ۔ ایسا ہی دیگر ائمہ مجتہدین و بزرگان اہل
حدیث فرماتے گئے ہین البتہ اب آپ ایک نئے اہل حدیث ہوئے ہین کہ صحابہ
کی تفسیر سے اپنی تفسیر بالرائے کو مقدم جانتے ہین کما یظہر من تفسیر القرآن
(نمبر ۱۱ صفحہ ۴۴ و ۳) **قولہ** فیہ اشارۃ الی انہ علیہ السلام لم یکن نسی بالا
شتغال بالخیل الخ **اقول** اس دعوے پر کہ حضرت سلیمان علیہ السلام گہوڑون
کے معاینہ کے وقت نماز سے ساہی نہین ہوئے تہے کوئی دلیل نقل نہین کی۔ حدیث
اور اقوال صحابہ تو در کنار رہے کسی محدث کا قول ہے اگر آپ لکہتے تو بہی آپ کا قول
کچھہ وزن رکھتا۔ سنئے مین آپکو صحیح روایت تبلاتا ہون۔ روایات معتبرہ سے ثابت
ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام غزوہ کے تیاری کے لیے گہوڑون کا معاینہ کر رہے
تھے کہ نماز فوت ہو گئی یہان تک کہ سورج غائب ہو گیا حتی توارت بالحجاب دیکھو معالم
التنزیل وغیرہ اسی طرح حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہی غزوہ خندق مین واقعہ
پیش آیا کہ نماز عصر بہول گئے یہان تک کہ آفتاب ڈوب گیا۔ چونکہ ادائے نماز ایک
دینی کام تہا۔ اور جنگ فی سبیل للاعلاء کلمۃ اللہ بہی دین کا کام تہا پس ایک دینی کام
مین اشتغال سے دوسرے کا سہو از ترک ہونا قابل گرفت اور قادح فی النبوت والعصمۃ نہین
رہا آیت کا مطلب سو وہ بہی واضح ہے کہ اہل اللہ اور بندگان خدا کو تجارت وغیرہ امور دنیوی
اللہ کے ذکر سے مشغول نہین کرتے یہہ تو آپکو معلوم ہو ہی گیا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم
السلام کا یہ فعل کسی دنیوی غرض کے لیئے نہ تہا بلکہ دشمنان خدا کے ساتھہ تہیہ جنگ کی

لیے تہا پس آیت لا تلہیہم تجارۃ سے آپکا مدعی ثابت نہ ہوا چونکہ اس قصہ مین بہی ایک
معجزہ اور خلاف قانون قدرت پایا جاتا تہا یعنے آفتاب کا بعد غروب ہونیکے واپس نکل
آنا لہذا آپنے اس تمام قصہ کو بہی اوڑا دیا۔ حضرت علی مرتضی جو شہر علم کے دروازہ تہے اور جنکی
صفت مین حضرت عمر رض فرماتے ہین لولا علی لہلک عمر اس آیت کے معنے یون بیان
کرتے ہین وحکی عن علی انہ قال فی معنی قولہ ردوہا علی یقول سلیمان بامر اللہ
عز وجل للملائکۃ الموکلین بالشمس ردوہا علی یعنی الشمس فردوہا علیہ حتی
صلی العصر فی وقتہا۔ (معالم) یعنے فرشتون نے اللہ کے حکم سے ڈوبے ہوئے آفتاب
کو پہر نکالا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے عصر کی نماز کو اپنی وقت مین پڑہ لیا۔ اس
روایت کی نسبت شاید آپ یہہ کہکر پیچہا چہوڑانا چاہینگے کہ یہہ تو صحابی کی تفسیر موقوف
ہے والموقوف لیس بحجۃ تو جان لینا چاہیئے کہ اصول حدیث مین لکہا ہے کہ صحابی
کی تفسیر جس مین رائے کو دخل نہ ہو وہ حجت ہواتی ہے جیسا صاحب اتقان نے حاکم
وغیرہ کے قول سے مدلل لکہا ہے۔ اور آپنے رسالہ الکلام المبین مین اتقان کی پوری
عبارت نہین نقل کی اخیر کا فقرہ یعنے فاعتمد الاول کو جو آپکی تردید کرتا تہا نہین لکہا جس
سے آپکی دیانتداری کا حال مترشح ہوتا ہے۔ اسکو بہی جانے دیجئے۔ مین آپکو رد شمس
کے متعلق ایک صحیح حدیث بتلاتا ہون۔ امام طحاوی اور طبرانی نے حضرت اسماء بنت عمیس
سے نقل کیا ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ صہبا مین جو خیبر کے متصل ایک موضع ہے
تشریف رکہتے تہے۔ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ اور حضرت علی رض کے زانو پر آپکا سر
مبارک رکہا ہوا تہا کہ آپ سو گئے۔ حضرت علی رض نے نماز عصر نہین پڑہی تہی۔ یہانتک
کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپنے پوچہا کہ یا علی تمنے عصر کی نماز
پڑہی یا نہین۔ حضرت علی رض نے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہین۔ اسوقت
آپنے جناب الہی مین دعا کی کہ یا الہی یہہ علی رض تیرے سچے نبی کے تابعداری مین مشغول

تہے آفتاب کو باہر لاتا کہ صلوٰۃ عصر کو پڑہ لیوے حضرت اسماءؓ کہتی ہین کہ مین نے
بچشم خود دیکہا کہ آفتاب واپس لوٹ آیا اور حضرت علیؓ نے نماز پڑہ لی اس حدیث کو
علامہ سیوطی نے کشف اللبس فی حدیث رد الشمس مین صحیح لکہا ہے بعد اللتیا والتی
یہہ بات بخوبی ذہن نشین ہو گئی کہ آپکو اس معجزہ سے بہی انکار ہے اور آپکی تفسیر پر تیز
دیر سرا پا غلط اور تفسیر نبوی اور اقوال صحابہ کے برخلاف ہے۔

(نمبر ۴۳ صفحہ ۱۰۴) **قولہ** نصعق من فی السموات ومن فی الارض الخ وہی النفخۃ
الثانیۃ قبل الثالثۃ الخ **اقول** آپ کہتے ہین کہ قیامت کو تین نفخہ ہونگے۔ مین کہتا ہون
کہ آپکو مفسر کسنے بنایا۔ آپ اتنا نہین جانتے کہ حدیثون سے کتنے نفخہ ثابت ہین
ایک فقرہ سے آپ بہی سمجہے ہین کہ آپنے نہ حدیث مین توغل کیا اور نہ غور سے حدیث پڑہی
مجہکو یاد ہے کہ جب مین دہلی مین رہتا تہا اور عرصہ چار سال تک میان صاحب مولوی
نذیر حسین صاحب کی خدمت بابرکت مین علم حدیث پڑہتا رہا تہا اس اثنا مین آپ
ماہ رمضان مین دہلی پہونچے اور میان صاحب کو کتب صحاح طرفاطرفا سنا کر سند لینی چاہی
تہی تو میان صاحب مرحوم نے فرمایا تہا کہ اس سند سے تمکو کیا حاصل ہوگا۔ چونکہ
میان صاحب ہر دل عزیز تہے آخر شاید اونہون نے کچہہ لکہدیا تہا۔ غرض ابتدا ہی
سے آپکو عیسائیون آریون وغیرہ سے گفتگو کرنیکا شوق رہتا تہا اور عموماً یہہ دیکہا
گیا ہے کہ ایسی طبائع کے لوگ جامع۔ اور ماہر۔ اور محقق نہین ہوا کرتے۔ تبہی تو یہہ
خرابی واقع ہوئی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کچہہ فرمارہے ہین اور آپ کچہہ اور کہہ رہے
ہین چنانچہ اسی مین ملاحظہ کیجئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو نفخہ بیان فرمائے
ہین۔ اولی اور ثانیہ۔ اور آپ تین تبلا رہے ہین عن ابی ھریرۃ قال قال رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما بین النفختین اربعون الخ (صحیح بخاری و معالم) یہ حدیث صاف
کہہ رہی ہے کہ دو ہی نفخہ ہونگے ورنہ تیسرے کا ذکر ضروری چاہیے تہا۔ امام غزالی بہی

دوہی نفخہ کے قائل ہین ۔ حیث قال فینفخ النفخۃ الاولی فصعق من فی السموات والا
رض ثم قال فیحی اللہ اسرافیل فیامرہ ان ینفخ الثانیۃ فذلک قولہ ثم نفخ فیہ اخری الخ
اسکے آگے لکہتے ہین والراجفۃ ہی النفخۃ الاولی والرادفۃ ہی الثانیۃ ۔ کہئے
کہ اب بہی معلوم ہوا یا نہین کہ آپکی تفسیر تفسیر نہین بلکہ تحریف ہے خداوند تعالی بر حق اس
سے بچائے (نمبر ۳ ، صفحہ ۲۰۴) **قولہ** الانسان مہملۃ لا کلیۃ ۔ **اقول** الانسان
کو مہملہ لکہنا آپکے مہمل ہونیکی کافی دلیل ہے ۔ کیون نہ ہو آخر منطقی بہی تو ہین ۔ ماشاء اللہ
منطقی بہی کیسے کہ میر زاہد وغیرہ کی ہستی انکے آگے گیا ہے اسی علمیت اور لیاقت پر تو
الکلام المبین مین حضرت مخدومی جناب مولانا مولوی احمد اللہ صاحب اور جناب مولانا
مولوی عبد الجبار صاحب وغیرہ جماعت غزنویہ کو بار بار کوسا اور برا بہلا کہا ہے کہین
جاہل کہین متعصب وغیرہ سے یاد کیا ہے ۔ اپنی واقفیت کا یہہ حال ہے کہ الانسان
کو مہملہ لکھدیا اور یہہ نہ سمجہا کہ مہملہ اور شخصیہ اور کلیہ اوصاف قضیہ سے ہین اور قضیہ
مرکب ہوتا ہے موضوع اور محمول اور نسبت حکمیہ یا ان تینون سے مع الحکم ۔ اور
الانسان تو مفرد ہے یعنے قضیہ نہین بلکہ آیت زیر بحث مین لفظ الانسان مجرور ہے
اور ایسا نحوجی پڑہنیوالے بہی جانتے ہین کہ مجرور من حیث ہو پر کبہی مہملہ کا اطلاق
صحیح نہین ہو سکتا کیونکہ جار مجرور متعلقات محمول سے ہوا کرتا ہے ۔ جبکہ صرف محمول پر مہملہ اور
شخصیہ کا اطلاق صحیح نہین تو محمول کے متعلقات پر مہملہ کا اطلاق بطریق اولے درست نہ
ہوگا ۔ نئے مفسر صاحب ذرا غور کرو ۔ (نمبر ۴ صفحہ ۲۱۴) **قولہ** فما بکت علیہم السماء ای
لم یترحم علیہم احد من اہل السماء ولا من اہل الارض لقولہ تعالے بل ہو بہتا
دینکر العدا وتہ **اقول** امرتسری مفسر نے یہان بہی نرالی چال چلی ہے ۔ صحابہ و تابعین اور
تمام اہل سنت خصوصا فرقہ اہل حدیث اس امر کے قائل ہین کہ ایماندار کے مرجانے پر آسمان
اور زمین روتے ہین ۔ آسمان تو اس لیے کہ اعمال صالح کا آسمانون کی طرف چڑہنا بند

ہو جاتا ہے جس سے وہ ناخوش ہو کر روتے ہیں اور زمین اسلیے کہ اوسپر نیک عمل
کرتا تھا اوسکے مرنے پر رنجیدہ ہو کر روتی ہے مگر فرعون اور اسکے اتباع پر نہ آسمان رویا اور نہ
زمین نے گریہ زاری کی چنانچہ یہہ ہی مطلب حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما من عبد الا ولہ فی السماء بابان باب یصعد منہ
عملہ وباب ینزل علیہ منہ رزقہ فاذا مات فقداہ وبکیا علیہ وتلا ہذہ الآیۃ
فما بکت علیہم السماء والارض وذکر انہم لم یکونوا یعملون علی وجہ الارض
عملا صالحا تبکی علیہم ولم یصعد الی السماء من کلامہم ولا من عملہم کلام
طیب ولا عمل صالح فتفقدہم وتبکی علیہم تفسیر کبیر میں اس حدیث کے بعد ایک
اور بھی حدیث لکھی ہے ونقل صاحب الکشاف عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
انہ قال ما من مومن مات فی غربۃ غابت فیہا بواکیہ الا بکت علیہ السماء
والارض یعنے جو مومن سفر کی حالت میں مرجاوے اور اوسپر کوئی نہ روئے
تو آسمان اور زمین روتے ہیں اس حدیث کو اگر تاویل کے زد سے بچایا جائے تو صاف
دلالت کرتی ہے کہ آسمان اور زمین کا رونا ممکن ہے اور حدیث اول سے جیسا یہ
ثابت ہوا کہ ہر ایک بندے کے لیئے (نہ یہہ کہ نیک آدمی کے لیے جیسا مفسر صاحب
نے الکلام المبین میں حسب عادت شریف تحریف کی ہے) آسمانوں میں دروازے
ہیں اوسکے مرنیسے وہ روتے ہیں ویساہی یہہ بھی ثابت ہوا کہ زمین بھی روتی ہے مگر
فرعونیون پر کہ نہ آسمان رویا اور نہ زمین نے بکا کی - فرقہ اہل حدیث چونکہ قرآن وحدیث
کو سب پر مقدم جانتا ہے - اور قوت علمیہ اور عملیہ کا استعمال اسی سے سمجھتا ہے - لہذا اونکا
ایمان ہے کہ جیسا ہر چیز کی تسبیح قرآن مجید سے ثابت ہے وان من شئی الا یسبح بحمدہ
ویساہی اسپر بھی ایمان رکھتا ہے کہ آسمان و زمین نیک بندون کی مرنیسے روتے ہیں -
مگر وہ لوگ کہ فلسفہ یونان کے زیادہ دلدادہ اور شیدا ہیں - اور معتزلہ اور نیچریہ کے ہم خیال

ہین اول تو اونکو آسمان کے وجود مین ہی کئی طرح کے تشکوک واقع ہوتے ہین۔ بالفرض
اگر اس سے نزا بچے تو ان کو یہہ حیرانگی اور سراسیمگی واقع ہوتی ہے کہ آسمان کیسا اور
اوسکا رونا کیسا۔ اون مین ہمارے ہمعصر مفسر صاحب ہین کہ وہ بھی اس پریشانگی سے نہ
چھوٹے اور اس عمیق گہری ضلالت مین ایسے اوندھے گرے ہین کہ اب تک ہوش نہین
سنبھالتے۔ یہہ باتین اونکی دیکھکر ہمین رونا آتا ہے اور بار بار سمجھانا پڑتا ہے ؎ اگر
بینم کہ نابینا و چاہ است ۔ اگر خاموش بنشینم گناہ است۔ مگر مولوی صاحب کہان جو ہمارا
شکریہ ادا کرین اور نہ اونسے امید ہے کہ وہ ایسا کرینگے کیونکر وہ تو یہہ ہی کہے جاتے ہین
کہ اسجگہ عدم ترحم زمین اور آسمان والون کا مراد ہے نہ آسمان اور زمین کا رونا۔ اور اپنے
خیال کی تائید بیان تک کرتے ہین کہ حدیث مذکور کو الکلام المبین مین ضعیف بناکر
لکھہ دیا کہ یہ حجت نہین اور یہہ نہ سوچا کہ اگر بالفرض یہہ ضعیف ہی ہو تو بھی مفسر ثنائی کی
قول سے مقدم ہے۔ ضعیف حدیث بمقابلہ صحیح کے حجت نہین ہوا کرتی یہ آپکو کسنے بتایا
کہ مطلق حجت ہی نہین۔ اور موسے بن عبیدہ اور یزید بن ابان کو جو لکھا ہے کہ حجت اور
قوی نہین تو اسکا یہہ ہی مطلب ہے کہ جب ان دونون کی حدیث کسی ایسے ثقہ کی حدیث
کے مخالف اور معارض ہوگی جو انسے زیادہ معتبر اور بڑے پایہ کا ہوگا تو اوسوقت انکی حدیث
کو بشرط عدم توافق و عدم تطبیق کے ترک کیا جائیگا۔ اگر یہہ ہو کہ مطلق انکی حدیث قابل
تسلیم نہین جیسا کہ مفسر امرتسری صاحب کا منشا ہے تو محی السنۃ بغوی تفسیر معالم مین اسکو
آیت زیر بحث کی تفسیر مین کیون لاتا۔ نیز اس مین چونکہ کوئی عمل کے متعلق حکم نہین لہذا
ایسی احادیث محدثین کے اصول کے مطابق وعظ اور خوف وغیرہ مین مانی جاتی ہے۔ اور آپکا
ان ہر دو ایان حدیث کو شیخ سعدی کی قول کا مصداق ٹہرانا ؎ یکے دزد باشد دگر
پردہ دار۔ اور انکے حق مین طعن و تشنیع کرنا۔ دیانتداری اور تقوے کی برخلاف ہے۔
جس شخص کا یہ دعوی ہو کہ مین اہل حدیث ہون۔ میرا قول اور فعل اور تحریر مطابق حدیث

مصطفے صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم ہے اوسکے لیئے تو بڑی ندامت اور شرم کی بات ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم تو یون ارشاد فرماوین کہ اے لوگو مردون کو برا مت کہو عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم لا تسبوا الاموات فانھم قد افضوا الی ما قدموا اور یہہ مرگان حاملین حدیث کو دشنام دیا جائے۔ حدیث کے راوی کو چور کہنا اس سے بڑہکر اور کیا سب ہے امید ہے کہ یہہ ہی حضرات رحمہا اللہ قیامت کے دن تمسے خدا کے روبرو اسکا مواخذہ کرینگے۔ ڈرو اللہ سے اور اوسکے سخت پکڑ سے ۔ ؎ تو مشو مغرور بر حلم خدا ٭ دیر گیرد سخت گیرد مر ترا۔ (نمبر ۵ صفحہ ۳۲۴) قولہ وتقول ھل من مزید زاعمًا اعلی ھذا المقدار یقال لھا ھذا قبل ان یلقی فیھا کل من کانت الخ وفیہ اشارۃ الی توجیہ ما روی فی الحدیث المتفق علیہ الخ **اقول** چونکہ حدیث نبوی مین جو در حقیقت تفسیر القراٰن ہے کما قال الشافعیؒ وغیرہ خدا کے لئے لفظ قدم اور رجل آیا ہے اور مفسر امرتسری صاحب کے نزدیک خداوند کریم کے لیئے رجل بمعنے پاؤن کا ہونا خلاف عقل تہا۔ اسلئے آیت کے ایسے معنے لکہی جو صریح منطوق حدیث کے برخلاف ہے قال علیہ السلام حتی یضع الرب رجلہ۔ حتی یضع الرب قدمہ۔ حتی یضع الجبار قدمہ۔ اسکے علاوہ اور بہی الفاظ نبی کریم صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے زبان مبارک سے بیان فرمائے کہ خداوند تعالی قیامت کے دن جہنم مین اپنا پاؤن رکہیگا۔ اس پر کم عقل لوگ اعتراض کرتے ہین کہ خدا کیسا اور اوسکے پاؤن کیسے اس سے تو خدا کا مجسم ہونا ثابت ہوتا ہے جو کہ اسلامی تعلیم کے برعکس ہے اسکا ایک جواب تو مفسر صاحب نے دیا ہے یعنے خدا کے لیے پاؤن کا انکار کرتے ہوئے رجل اور قدم سے قوم مراد لیا ہے۔ لیکن یہہ جواب بالکل کمزور اور اوہن من بیت العنکبوت ہے اسلیئے اس سے صفت باری تعالی کا انکار لازم آتا ہے۔ قراٰن شریف اور حدیث صحیح کے اکثر مواضع سے اللہ تعالے کے لیئے ہاتہہ پاؤن پنڈلی اور نفس وغیرہ کا

وجود نکلتا ہے پس تحقیقی جواب اسکا یہہ ہے کہ جیسے خدا کی ذات بے مثل و بے کیف
ہے ویسے ہی اوسکے ہاتہہ پاؤن بلاتشبیہ اور بلاکیف ہین ۔ لیس کمثلہ شئی وھو السمیع
البصیر خدا کا مجسم ہونا اوسوقت ہو سکتا ہے جب کہ ہم یہہ کہین کہ خدا کے پاؤن اور ہاتہ
زید کے مثل ہین واذلیس فلیس اور اسلام اس عقیدہ یعنے مجسمہ اور مشبہہ سے
روکتا ہے ۔ بلکہ انکو کفر تبلاتا ہے ۔ دنیا مین کون مذہب ہے جو خدا کے لئے ہاتہہ پاؤن
وغیرہ ثابت نہین کرتا ۔ یہود ۔ اور عیسائی تو مانتے ہی ہین کہ خدا کے لئے ہاتہہ اور پاؤن
ہین ۔ ہندون کی کتابون مین بہی لکہا ہے بلکہ اونہون نے تو اللہ تعالے ...... کو داڑہی
نعوذ باللہ سر مین اور ناف وغیرہ بہی لکہدیا ہے ۔ بہلا یہہ لوگ کس سونہہ سے اسلام
کی صاف اور سچی تعلیم پر اعتراض جما سکتے ہین ۔ جس سے اوٹہانے کے لیے سفر صاحب
نے اتنی تکلیف اوٹہائی کہ تفسیر نبوی کے برخلاف قلم کے گہوڑے کو اس قدر تیز کیا کہ
اب تہم نہین سکتا قال محی السنۃ الرجل والقدم فی ھذہ الحدیث من صفات
اللہ تعالے یعنے رجل اور قدم اس حدیث مین اللہ کے صفات سے ہے ۔ ایسیکو موافق اور
مفسرین اہل سنت نے بہی لکہا ہے ۔ علامہ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری نے
فتح الباری مین بڑی تحقیق سے لکہا ہے کہ اہل حدیث کا یہ مذہب ہے کہ خدا کے ہاتہہ
اور پاؤن بہی ہین لیکن بلاتشبیہ اور بلاکیف وعن العیوب وموجب التمثیل والتشبیہ جل
(نمبر ۲۶ صفحہ ۳۴) **قولہ** والبیت المعمور ای المساجد ۔ **اقول** واللہ اعلم کیا
ماجرا ہے کہ آپکو حدیث سے کچہہ کاوش ہے یا جہالت کہ حضور انور رسالت مآب صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے بیت معمور کو ساتوین آسمان مین فرمایا ہے اور آپ کہتے ہین کہ نہین
بلکہ عام مساجد مراد ہین حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخصیص اور آپ جیسے اہل حدیث
کی تعمیم قابل غور ہے قال علیہ الصلوۃ والسلام البیت المعمور فی السماء السابعۃ
یدخلہ کل یوم سبعون الف ملک لا یعودون الیہ حتی تقوم الساعۃ بیہقی

اللہ در السلطان

ابن جریر حاکم - گویا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (نعوذ باللہ) آپ مقابلہ کر رہے ہین کیونکہ آپکی تفسیر تفسیر نبوی کے برخلاف ہے - الکلام المبین مین آپنے اسکے جواب مین مسجد قبا کی نظیر دی ہے - حالانکہ اوسکی نظیر یہان چسپان نہین ہو سکتی کیونکہ لمسجد کی تفسیر مین دونون طرف حدیثین موجود ہین - ایک حدیث مین مسجد قبا کا ذکر ہے - دوسری مین مسجد نبوی کا کما یظہر من معالم التنزیل اسی لیے اس کی تفسیر مین مفسرین اہل سنت کا اختلاف ہوا ہے محققین کہتے ہین کہ آیت مین لفظ مسجد دونون مسجدون کو شامل ہے - اور بعض محدثین کہتے ہین کہ مسجد قبا والی حدیث زیادہ قوی ہے غرض کچھ ہی ہو چونکہ ہر دو جانب حدیثین موجود ہین - ہر فریق اپنے اپنے ثبوت مین حدیث لاتا ہے - بخلاف آیت زیر بحث کی کہ کسی حدیث مین بیت معمور کا نام مساجد نہین آیا اور نہ کسی حدیث مین اسکی تصریح موجود ہے بلکہ کسی اصحابی اور تابعی کے قول مین بھی اسکا ذکر نہین آیا کہ بیت المعمور عام مساجد ہین - تفسیر کبیر مین لکھا ہے الاول ھو بیت فی السماء العلیا عند العرش بس آپکی تفسیر تمام اہل سنت کے برخلاف ہے بنا علی ہذا - آپکی انصاف پر چھوڑا جاتا ہے کہ ایسی مخالفت پر آپ کس لقب کے مستحق ہین - کیا آپکو اہل حدیث کہا جائے یا معتزلی اور نیچری - میرے خیال مین بقول مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ پکے نیچری اور چھپے ہوئے معتزلی ہین - (نمبر ۸ صفحہ ۳۹ یہم) **قولہ** عند سدرۃ المنتھی ای عند انتھاء مراتب الکمال لانسان الخ **اقول** بہت شور سنتے تھے پہلو مین دل کا + جو چیرا تو ایک قطرہ خون نہ نکلا - بڑا شور و غل مچ رہا تھا کہ مولوی ابو الوفا ثناء اللہ صاحب مطابق اہل حدیث کے عربی تفسیر لکھ رہے ہین - جب مطالعہ سے گذرے تو نام ہی نام نظر آیا - اظہار مطالب اور ایضاح معانی وغیرہ سے بالکل خالی پایا بلکہ صحیح حدیثون کے برخلاف مشاہدہ کیا - آیت مذکورہ کی تفسیر مین سدرۃ المنتھی سے مفسر امرتسری

کے نزدیک انتہا مراتب کمالی انسانی کا نام ہے۔ مگر مخدوم اعظم حضور انور جامع کمالات ظاہری و باطنی حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکی تفسیر یون فرماتے ہین کہ جب مین شب معراج مین سدرۃ المنتہے تک پہونچا تو کیا دیکھتا ہون کہ اوس درخت کے میوے مٹکون ہجر کی برابر ہین اور پتے اوسکے ہاتھیون کے کانون کی برابر ہین ثم رفعت الی سدرۃ المنتہی فاذا نبقھا مثل قلال ھجر واذا ورقھا مثل اذان الفیلۃ - دیکھیے آپنے کیسی صریح مخالفت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کی ہے۔ کیا نبی صلعم نہین فرماتے تھے کہ سدرہ درخت نہین بلکہ انتہا مراتب کا نام ہے۔ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت سے دیدہ دانستہ (نعوذ باللہ) معانی مرادہ کا اخفا کیا تو یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک کے برخلاف کیا جو کسی طرح سے شایان شان نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہین ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ترکتکم علے البیضاء لیلھا کنھارھا لا یزیغ عنھا بعدی الا ھالک وقال ما ترکتکم من شیئ یقربکم الی الجنۃ الا وقد حدثتکم بہ ولا من شی یبعدکم عن النار الا وقد حدثتکم عنہ وقال تعالی وما علی الرسول الا البلاغ المبین - حدیثون پر نظر ڈالنے سے یہ تو معلوم نہین ہوتا کہ سدرہ سے انتہا و مراتب کمالیہ مراد ہے بلکہ سدرہ کے ایسے اوصاف جلیہ حدیثون مین آئے ہین کہ آپکی تفسیر کے منافی ہین چنانچہ فرمایا انہ غشیہا نور الرب والا لا یدری ماھی والملائکۃ مثل الغربان یعبدون اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سدرہ موجود فی الخارج ہے جسکو انوار الٰہیہ نے ڈھانپ لیا ہے نہ مراتب کمالیہ جو موجود فی الخارج نہین بلکہ اونکا منشاء انتزاع موجود فی الخارج ہے - امام رازی نے اول وہی معنے لکھے ہین جو حدیث سے ثابت ہے المشھور ان السدرۃ شجرۃ فی السماء السابعۃ وعلیہا مثل النبق لوس دد الحبد اور بیر حیرت تصوفی کے معنے قیل بصیغہ ماضی مجہول کے لکھا ہے جو اسکی ضعف کی طرف اشارہ

کرتا ہے لکو منہ مخالفا للحدیث امام رازی پر مخالفت حدیث کا الزام نہین لگسکتا کیونکہ
اوسنی دو قول لکھے ہین اور قول مشہور کو ترجیح دے گیا ہے لیکن آپ مخالفت حدیث کی
دہبہ سے نہین چہوٹ سکتے کیون کہ آپنے اپنی تفسیر مین باوجود دعوے اہل حدیث ہونیکے
تفسیر نبوی کو جسکا ذکر کرنا ضروری تہا چہوڑ دیا آپکا ہی ایک حال نہین کہین تو صوفیون کی
کاسہ لیسی کرتے ہوئے صوفیون کی مدح سرائی مین اولٹا سیدہا مطلب نکالنا چاہتے
ہین جیسے الکلام المبین کے اسی موضع مین محی الدین ابن عربی صاحب کے مقلد بنے ہین
باوجودیکہ اونکی عبارت کا مطلب جناب مفسر صاحب نے نہین سمجہا اونکی یہہ عبارت ہے
فہی الروح الاعظم الذی لاتعین وراء ہا وکلامہ تتمۃ الخ جو آپنے لکہی ہے اسکا
یہہ مطلب نہین کہ سدرۃ المنتہیٰ انتہا مراتب کمالیہ کا نام ہے بلکہ اونکی غرض یہ ہے کہ
سدرۃ المنتہیٰ روح اعظم ہے اوس سے اوپر سوائے ہویت محضہ کی اور کوئی درجہ نہین
پس حدیث مین جو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سدرۃ کی تفسیر شجرہ سے کی ہے اس مین
اور محی الدین صاحب کے قول مین چندان تخالف نہین ہے کیونکہ ہر چیز مین اللہ تعالیٰ نے جان
ڈالی ہے تو اوس درخت مین بہی جان ہوگی جس کی تعبیر محی الدین صاحب نے روح اعظم
سے کی ہے اور ممکن ہے کہ اونکی غرض اسجگہ روح اعظم سے شجرہ ہی ہو۔ ثانیاً کیا انکا کلام
حجت ہے جب آپکے نزدیک صحابہ کا قول جو موقوف ہو حجت نہین تو محی الدین صاحب کا قول
کیونکر لائق حجت ہو سکتا ہے۔ ثالثاً محی الدین ابن عربی صاحب وہی ہین کہ جنپر محدثین
ابن تیمیہ وغیرہ نے فتوے دیا ہوا ہے کہ یہہ شخص (یعنے محی الدین) جو ولایت کو نبوت
سے اور ولی کو نبی سے افضل کہتا ہے اہل سنت سے نہین ہے دیکہو فرقان بین اولیاء
الشیطان و اولیاء الرحمٰن پس ایسے شخص کا کلام بمقابلہ حدیث کے جس مین صریح لفظ شجرہ
کا آیا ہے کیونکر ہم مان سکتے ہین علاوہ اسکے اونہون نے شجرہ کی معنے بہی لکہے ہین بخلاف
آپکے کہ آپنے باوجود دعوے اہل حدیث ہونیکے تفسیر مین اسکا اعتراف نہین کیا۔ رہی

یہہ بات کہ کئی علماء نے محی الدین صاحب کی نسبت تعریف کی کلمات کہے ہوئے ہین ۔ سو یہہ انکی علمیت کے متعلق ہے ۔ نہ یہ کہ شیخ صاحب کے اعتقاد اور تفسیر کے متعلق مدح کے کلمات لکہے ہین ۔ مجہے اچہی طرح سے یاد ہے کہ جسوقت دہلی مین حضرت مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب مرحوم کی خدمت مین حدیث پڑہتا تہا اتفاقاً مجہکو رسالہ فرقان بین اولیاء الشیطان و اولیاء الرحمن ملا حبیب مین انکو پورا دیکہہ چکا تو مین نے میان صاحب مرحوم سے پوچہا کہ مولانا یہہ کیا قصہ ہے کیا واقعی محی الدین ابن عربی جناب سے جن کی علمیت اور لیاقت کا ایک جہان قائل ہے غلطی ہو گئی ہے یا یون ہی مصنف فرقان نے اپنر فتوے لگا دیا آپنے فرمایا کہ نہین محی الدین صاحب مصنف فتوحات سے لغزش اور غلطی ضرور ہو گئی ہے ۔ اب فرمائے کہ جو شخص پہلے ہی سے محدث نہ ہو اور اہل حدیث سے شمار نہ ہوتا ہو مع ہذا اوسپر بہی اُنکی طرح فتوی لگ گیا ہو اوسکی کلام سے سند لاکر خوش ہونا اور بغلین بجانا اور ایک صوفی اہل اللہ کی نیک بخت اولاد کو ناگفتہ بہ گالیان دیکر ناراض کرنا کیا حدیث من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب ومن اذی مومنا فقد اذانی ومن اذانی فلیتبوء مقعدہ من النار (درۃ الناصحین) کا مصداق بنناہے یا نہین ۔ ہم تو اُنکی تفسیر دانی اور اہل حدیث بننے کا جب اعتراف کرتے جب کہ آپ کسی محدث کی کلام سے سدرہ کی معنے انتہاء مراتب ثابت کرتے ۔ پس ثابت ہوا کہ آپکی تفسیر تفسیر نبوی اور تفسیر صحابہ کے برخلاف ہے ۔ (وہو المرام) سے کتاب اور سنت کا ہے نام باقی ÷ خدا اور نبی سے نہین کام باقی ۔ اس سورت کی تفسیر مین اپنے اور بہی ٹہوکر کہائی ہے اور محدثین کے طریق پر تفسیر نہین لکہی چنانچہ آیت قاب قوسین اوادنی کی تفسیر مین لکہا ہے تمثیل لکمال قربہ الروحانی عند اللہ تعالی حضرت عائشہ صدیقہ اور ابن مسعود اور ابن عباس اور حسن و قتادہ وغیرہ فرماتے ہین کہ اس آیت مین حضرت جبرائیل ع کا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب ہونا مراد ہے ۔ قالت ذلک جبرائیل کان یاتیہ فی صورۃ الرجل وانہ اتاہ ہذہ المرۃ

فی صورۃ التی ھی صورۃ نسل الخ فی اور جن مفسرون نے اس آیت مین قرب حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدا سے مراد لیا ہے آپکی تفسیر اونکے بہی موافق نہین کیونکہ وہ تمثیل نہین کہتے بلکہ حقیقی قرب مراد رکہتے ہین حضرت انس معراج کے قصہ مین بیان فرماتے ہین ودنا الجبار رب العزۃ فتدلی حتی کان منہ قاب قوسین او ادنی پس معلوم ہوا کہ آپکی تفسیر دونون فریق کے برخلاف ہے ظاہر ہی وجہ اس تفسیر کی مجھکو تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس قرب حقیقی مین چونکہ ایک امر خلاف قانون قدرت معلوم ہوتا تہا یعنے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم کو ساتہہ آسمانون پر جانا اور خداوند ذوالجلال کے قریب ہو جانا جس سے مسئلہ استوی کو بہی ایک گونہ تقویت ملتی تہی اور استوی علے العرش بمعنے نفوذ احکام علی المخلوق کو ضعف پہونچتا تہا۔ ان امور کو سوچتے ہوئے اسجگہ بہی محدثین کا دامن چھوڑا اور نیچریون وغیرہ گمراہ فرقون کا اقتدا کیا اللھم احفظنا من ھذا التحریف۔ (نمبر ۸۸ صفحہ ۳۶۰) **قولہ** واذا وقع القول علیھم ای قامت الساعۃ علیھم اخرجنا لھم دابۃ من الارض ای نبعث نبیا یشھد علیھم **اقول** پنجابی مین مثل مشہور ہے۔ ایہہ مونہہ تے مسران دی دال جناب من مین نے تو اول ہی آپکو کہا تہا کہ آپ تفسیر لکہنیکا ارادہ چھوڑ دین۔ آپ کو اسقدر لیاقت کہان کہ تفسیر لکھہ سکین۔ ایک اصحابی نے کہا کہ قرآن مجید کا لکھنا پہاڑ کے اوٹھانیسے بہی مشکل ہے۔ آجتک جسقدر مفسرین اہل سنت گذرے ہین کسی نے اس آیت مین دابہ سے انبیاء مراد نہین لئے۔ البتہ آپ یا آپکی امام پیر نیچر کا فہم ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دابہ کی تفسیر اوس جانور سے کی ہے جسکا ظہور منجملہ علامات قیامت کے ہے اور جو قیامت کے قریب زمین سے نکلیگا قال علیہ السلام بادروا بالاعمال ستا طلوع الشمس من مغربہا والدخان والدجال ودابۃ الارض الخ عن عبد اللہ بن عمرو قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اول الآیات خروجا طلوع الشمس من مغربہا وخروج الدابۃ علی الناس الخ اکلیل مین لکہا ہے واذا وقع القول

علیهم اخرجنا لهم دابة من الارض فیه اشراط الساعة الکبری خروج الدابة الخ
حدیث مین جو دابة پر الف ولام آیا ہے اس مین اشارہ ہے اوس دابة کی طرف ہی جسکا ذکر قرآن
شریف مین ہے اسکو عہدی سمجھنا چاہیئے - اس آیت کی تفسیر مین جیسے اپنے یہہ غلط لکھا
ہے کہ دابة سے مراد انبیا ہین ویسے ہی یہہ بہی آپنے جہوٹ لکھا ہے کہ یہہ واقع نفس قیامت
کبرے کا ہے - قول کے معنے قیامت سو کس نے لکھی ہین کسی لغت کی کتاب سی ثبوت
دیا ہوتا معالم مین اسکے معنے یون لکھے ہین واذا قع القول علیهم وجب العذاب علیهم
غرض تمام مفسرین اہل سنت مانتے ہین کہ وقع القول سے مراد قیامت کا دن نہین بلکہ
ظہور علامات قرب قیامت کا دن مراد ہے گویا اون ایام کو بہی قیامت کا وقت سمجھنا چاہی
کیونکہ اسوقت دروازہ توبہ کا بند کیا جائیگا اور سب کا مسلم امر ہے کہ اس دابة سے مراد وہی
دابہ ہے جو علامات قیامت سی ہے نہ حضرات انبیا علیہم السلام اور حضرت علی رض کے قول
موقوف کا یہہ جواب ہے کہ اول تو آپ موقوف حدیث کو حجت مانتے ہی نہین پہر ایسی ضعیف
قول کو جسکا راوی خود مفسر کو بہی معلوم نہین ہم کیونکر مان لین کیونکہ معالم مین روی بصیغة
تمریض ہے جو خود ضعف پر دلالت کرتا ہے - لیکن مفسر امرتسری کی دیانتداری کا حال
دیکہنا چاہیے کہ روی کو اوڑا کر قال علی لکہہ دیا - دویم یہہ کہ حضرت علی رض دابة کے منکر نہین
اور نہ اونہون نے دابہ سے انبیا مراد لی ہین بلکہ دابہ کے معنے وہی لئے ہین جو مشہور ہے
صرف اونہون نے دابہ کی صفت مین اختلاف کیا ہے - جو ہمکو مضر نہین - کاش مفسر صاحب
علی مرتضے کے قول کے مطابق ہی لکہدیتے تو اہل حدیث کی تعقبات سی چہوٹ جاتے - حاشیہ
مین آپ لکہتے ہین کہ مین دابہ کا منکر نہین ہون - مین کہتا ہون کہ جب آپنے آیت کی تفسیر مین
سلف صالحین اور مفسرین اہل سنت کے مخالف لکہا ہے اور دابة کے معنے انبیاء سے کئے
ہین تو صاف ثابت ہوا کہ آپ مفسر بالرائے ہین اور اوس دابة کے جسکا ذکر قرآن شریف کی
اس آیت مین اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اوس حدیث مین بطور تفسیر آیت کی مذکور ہے

منکر ہین پس معلوم ہوا کہ آپ کی تفسیر تفسیر نبوی اور تفسیر صحابہ کے برخلاف ہے۔ وھو المدعیٰ
(نمبر ۹۹ صفحہ ۵۴) **قولہ** کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما کفر الانسان
باغوائہ قال انی بریٔ منک انی اخاف اللہ رب العلمین ای یقول ذلک
یوم القیامۃ لقولہ تعالیٰ قال الشیطان الخ **اقول** آپکی غرض یہہ ہے کہ مفسرین
اہل سنت جو اس جگہ ایک عجیب وغریب برصیصا راہب کا قصہ بیان کرتے ہین لغو
ہے بلکہ آیت کے معنے یہ ہے کہ قیامت کے دن شیطان اپنے مریدون سے کہیگا کہ بس اب
میرا تمسے کچھہ تعلق نہین مین تمسے بری ہون۔ غرض کہ دنیا مین یہ قصہ نہین ہوا قیامت
کو ہوگا۔ ہم بیشک آپکی تفسیر کے قائل ہو جاتے اور آپکا لوہا مان جاتے بشرطیکہ اہل سنت
اور سلف صالحین اور اصحابہ کرام کی تفسیر کے آپکی تفسیر مخالف نہ ہوتی۔ بخلاف اسکے ہم
روز روشن کی طرح دیکھہ رہے ہین کہ آپکی تفسیر ان حضرات کے برخلاف ہے بلکہ سچ پوچھئے ہو تو
خود حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفسیر کے مخالف ہے۔ بناءً علیٰ ہذا ہم کیونکر آپکی تفسیر کی صحت
کے قائل ہو جائین۔ بھلا مکھی دیکھکر بھی کھائی جاتی ہے۔ سنئے اور دلکے کانون سے سنئے
کہ امام بخاری جیسے محدث جلیل القدر نے تاریخ مین اور امام احمد اور حاکم اور بیہقی نے حضرت
علی رضہ سے روایت کی ہے کہ ایک راہب برصیصا صومعہ مین عبادت کیا کرتا تھا الخ
(ختم البیان) بغوی نے بھی اس قصہ کو نقل کیا ہے۔ علامہ سیوطی نے درمنثور مین
حضرت علی اور ابن مسعود اور ابن عباس سے بیان کیا ہے بلکہ ابی امامہ باہلی سے مرفوعاً
بھی لکھا ہے۔ ذرۃ الناصحین مین بھی اسکو ابن عباس سے نقل کیا ہے غرض کہ ان
روایات معتبرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت مین اس قصہ برصیصا کی طرف اشارہ
ہے نہ یہ کہ قیامت کے دن کا واقعہ ہے۔ (نمبر ۹۹ صفحہ ۵۸) **قولہ** لا تتولوا قوما غضب
اللہ علیھم من الیھود والنصاری **اقول** کیون مفسر صاحب اب آپکا التزام تفسیر
القرآن بالقرآن کہان گیا۔ الکلام المبین مین تو اپنے بڑے زور سے لکھا ہے کہ مین

ایسی تفسیر کرنے پر اس لئے مجبور ہوا ہون کہ مین نے التزام کیا تہا کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے
ہی کرونگا - اب زرا گریبان مین موںہہ ڈالکر فرمائے کہ وہ التزام کہان جاتا رہا - باوجودیکہ
یہان قرآن مجید اپنی تفسیر آپ کرتا ہے - کیونکہ دوسری آیتون مین مغضوب علیہم یہود کو قرار
دیا ہے اور نصاری کو گمراہ کہا ہے - چنانچہ ارشاد ہوتا ہے غضب اللہ علیہم وجعل
منہم القردة والخنازیر - فباؤ بغضب من اللہ - غیر المغضوب علیہم ولا الضالین
غرض قرآن شریف مین صرف یہود پر غضب کا لفظ وارد ہوا ہے نہ نصارے پر موخر
الذکر آیت مین صحابہ کی تصریح موجود ہے کہ مغضوب علیہم یہود ہین اور حضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ مغضوب علیہم یہود ہین اور ضالین نصارے - نہ آپکو قرآن
شریف کی خبر ہے اور نہ حدیث پر نظر ہے اور نہ اقاویل صحابہ پر فکر ہے بس ثابت ہوا کہ آپکی
تفسیر قرآن اور حدیث اور اقاویل صحابہ کے برخلاف ہے - وھو المراد والمقصود
(نمبر ۹۰ صفحہ ۱۷۴) **قولہ** ویحمل عرش ربك فوقھم یومئذ ثمانیہ حمل الثمانیة کنایة
عن عظمة کبریائہ - **اقول** کل اناء یترشح بما فیہ برتن مین جو ہوتا ہے وہی
ٹپکتا ہے - نہ آپکو اتباع سنت کا خیال ہے اور نہ پیروی قرآن مجید کی مد نظر ہے
اگر ہے تو ایک پیرنیچر کی محبت جو آپکو کشان کشان گمراہی کی طرف لیجا رہی ہے - اہل سنت
کے مسلمات سے ہے کہ قیامت کے دن آٹھ فرشتے خدا کے عرش کو اوٹھائینگے عن ابن عباس
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یحمل ثمانیة ملك علی صورة
الاوعال رؤسھم عند العرش واقدامھم فی الارض السفلی حاکم اور ابن
جریر اور ابن ابی حاتم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے دوسری طویل [حدیث] مین یون آیا ہے قال
کنا جلوسا عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالبطحاء فمرت سحابة فقال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ما ھذہ قلنا السحاب الخ اس حدیث
مین مذکور ہے کہ خدا کے تخت کو آٹھ فرشتون نے اوٹھایا ہوا ہے - کنایہ کو آپنے تفسیر

مین بڑا استعمال کیا ہے بلکہ اگر یون کہا جائے کہ تمام تفسیر ثنائی کا یہی کرنا بات ہو بہری ہوئی ہی
تو مبالغہ نہ ہوگا۔ آپکی اکثر عادت ہو رہی ہے کہ جس جگہ کوئی خلاف قانون قدرت دیکھا
فورا کہدیا کہ یہ تو کنایہ ہے یا کچھ ایسی تحریف کردی کہ آجتک کسی اہل سنت کو سمجھ نہیں
ہوئی چنانچہ آیت زیر بحث کو لیجئے کہ آپکی تفسیر اور الکلام المبین کی تحریر سے ظاہر ہو رہا
ہے کہ قیامت کے دن فرشتون کا خدا کے عرش کو اوٹھانا جسطرح اہل سنت مانتے ہین
آپ نہین مانتے کیونکہ آپکی ساری تقریر کا لب لباب یہی ہے کہ آیت مذکورہ مین خدا کی عظمت اور
جلالت سے کنایہ ہے نہ یہ کہ ملائکہ حقیقۃ خدا کی عرش کے حامل اور عرش محمول ہوگا۔ مولانا
زرا فرمائیے تو سہی کہ کمال علمی جس سے آپ ہر ایک کو ڈراتے ہین یہہ ہے کہ تفسیر مین تو کنایہ
حمل الثمانیہ کو لکہا اور جواب اربعین مین تمثیل لکہدیا کیا مطول وغیرہ مین یہی لکہا ہے کہ کنایہ
اور تمثیل ایک شی ہے۔ نہین ہرگز نہین دونون جداگانہ ہین۔ دیکہیے کنایہ کی تعریف یہہ
ہے۔ ثم اللفظ المراد بہ لازم ما وضع لہ سواء کان اللازم داخلا کما فی التضمن او
خارجا کما فی الالتزام ان قامت قرینۃ علی عدم ارادتہ ای ارادۃ ما وضع لہ
فمجاز والا فکنایۃ۔ اور تمثیل کے معنے یون لکہے ہین و باعتبار وجہہ اما تمثیل وھو
ما ای التشبیہ الذی وجہہ وصف منتزع من متعدد امرین او امور کما مر
کیون فاضل صاحب جواب کو بحوالہ عبارت مختصر المعانی و مطول معلوم ہو گیا یا نہین کہ کنایہ
اور شے ہے اور تمثیل اور۔ افسوس ان درسی کتابون کو اگر آپ اچہی طرح سے پڑہتے اور
پہر یاد بہی رکہتے تو آج تفسیر لکہنے مین ٹہوکر کیون کہاتے۔ ہمارے مخدوم مکرم جناب
مولانا و استاذنا حاجی احمد علی صاحب جامع معقول و منقول سہارنپوری ثم میرٹہی
نے جو خاص معقولی تقریر مولوی ثناء اللہ کی بہ نسبت آیت ۔۔۔ مذکورہ کے نیچے تحریر فرمائی
ہے بے نظیر اور لایق داد ہے۔ جناب ممدوح جس زمانہ مین سہارنپور کے مدرسہ
مظاہر علوم مین ملازم تہے اور مین بہی وہین پڑہتا تہا گاہے گاہے مولوی ثناء اللہ

جنکی طرف اشارہ کرکے فرمایا کرتے تہے کہ یہ طالب علم کم فہم ہے باریک بات کو نہین سمجھتا۔ جبکہ آپکی علمیت کا یہ حال ہے پس کس مونہہ سے حضرت مولانا مولوی عبد الجبار صاحب کو جواب اربعین مین بار بار کم علم اور جاہل بتایا ہے بجز بیہودہ بانہ اور دلخراش تحریر سے سوائے ندامت اور پشیمانی کے آپکو اور کیا حاصل ہوا۔ (نمبر ۲۹ صفحہ ۴۷۴) **قولہ** تعرج الملائکۃ والروح الیہ ای کل ذی حیوۃ من الملائکۃ وغیرہم محتاجون الیہ سبحانہ فی وجودہم دنیا ثم **اقول** اس آیت مین جونکہ فرشتون اور روح کا خدا کی طرف چڑہنا ثابت ہوتا تہا جس سے مسئلہ استوی علی العرش بطریق محدثین کو قوت ہوتی تہی اور یہہ بات معلوم ہوتی تہی کہ خدا عرش پر ہے اور آپ اسکے قائل نہین ہین لہذا ایسے معنے لکہی کہ جو نہ لغت سے ثابت ہے اور نہ حدیث اور اقوال صحابہ سے۔ جناب من یہہ تو فرمائیے کہ عروج بمعنے احتیاج کس لغت کی کتاب مین لکہا ہے۔ اس جگہ بہی آپکو حسب التزام تفسیر نہین ہوئی۔ آپنے رسالہ آیات متشابہات وغیرہ مین لکہا ہے کہ لغت عرب سے جو معنے آیت کی ہونگے وہی مقدم اور اولے ہین نہ وہ معنے جو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا صحابہ کرام نے بیان فرمائے ہین۔ اب مین جناب مفسر صاحب سے دریافت کرتا ہون کہ عروج بمعنے احتیاج کہان سے آپنے لکہا ہے ہمنے تو اکثر کتب لغت کا تتبع کیا اور ٹٹولا ہمین تو کہین پتہ نہین چلا۔ ہان ہم مانتے ہین کہ ہر چیز کا چونکہ وہ خالق ہے اسلیئے تمام موجودات اوسکی طرف محتاج ہین لیکن اس آیت کی یہ تفسیر صحیح نہین۔ اصول تفسیر مذکورہ فی الاتقان کے مخالف ہے حدیثون سے ثابت ہے کہ ملائکہ آسمان سے آتے جاتے ہین اور ارواح کا صعود بہی آسمان کی طرف ہوتا ہے دوسری آیت مین اسکو زیادہ واضح کیا گیا ہے۔ تنزل الملائکۃ والروح الخ امام رازی نے بہی صعود اور نزول ملائکہ کی تفسیر کی ہے بیان ہہنا دقیقۃ وہو انہ تعالی ذکر عند العروج الملائکۃ اولا والروح ثانیا کما فی ہذہ الایۃ وذکر عند القیام الروح اولا والملائکۃ ثانیا کما فی قولہ یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا وہذا

یقتضی کون المرد حادیاً فی دارجة النزول واخراً فی درجة الصعود الخ
پس ثابت ہوا کہ آپکی تفسیر لغت اور حدیث اور اقوال صحابہ کی برخلاف ہے آپنے مصنف
اربعین پر جو اعتراض کرتے ہوئے لکہا ہے کہ اونسے قرآن وحدیث کا خلاف کیا - مین کہتا ہون
کہ ونسے نہین کیا بلکہ آپنے کیا - ہاتھہ کنگن کو آرسی کیا ہے الزام اونکو دیتے تہی قصور
اپنا نکل آیا (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۴۷) **قولہ** کان مقدارہ خمسین الف سنة وهو یوم القیامة
ولیس المراد خمسین الف سنة تحدیداً بل اظہار لطولہ الخ **اقول** یہہ بہی حدیث
اور صریح آیت کی برخلاف ہے حضرت صلے اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی
دن کی لنبائی پچاس ہزار برس کی ہوگی اسیکی موافق تمام مفسرین اہل سنت نے لکہا ہے
اگر یہی جیسے آپ الزام مخالفت قرآن وحدیث سے بری نہین ہوسکتے ویسے ہی الزام مخالفت لغت
سے چہوٹ نہین سکتے - مین آپسے پوچہتا ہون کہ اگر کوئی دعوے کرے کہ مین نے فلان شخص
سے پچاس ہزار روپیہ لینا ہے تو کیا حاکم یا اور سامعین اوسکے دعوی کا مطلب جسم کے طور
پر پچاس ہزار روپیہ سمجہکر بر تقدیر ثبوت دعوے اوسکی حق مین فیصلہ دینگے یا ایک غیر متناہی
رقم کا خیال کر کر اوسکی دعوے کو خارج کر دینگے پس جیسا اس مدعی کی کلام مین اوسکو تحدید اور
انحصار مفہوم ہوتا ہے ویسا ہی قرآن مجید کے روشن الفاظ سے حضرت صلے اللہ علیہ والہ وسلم اور آپکے
وفادار صحابہ کرام نے سمجہا - ورنہ کسی حدیث مین اسکی تصریح بہی ملنی چاہیئے تہی کہ مراد تحدید نہین
بلکہ مقصود باری تعالے بیان طوالت روز قیامت ہے و اذ لیس فلیس - امام غزالی نے
احیاء العلوم مین لکہا ہے کہ وہ دن پچاس ہزار برس کا ہوگا اول حدیث ذیل لائے ہین قال عبد
اللہ بن عمر تلا رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم هذہ الآیة ثم قال کیف بکم اذا جمعکم
اللہ کما یجمع النبل فی الکنانة خمسین الف سنة لا ینظر الیکم اسکے بعد لکہا ہے فانک
لو صبرت سبعة آلاف سنة مثلاً لتخلص من یوم مقدارہ خمسون الف سنة لکان
ربحک کثیراً تعدک یسیراً امام رازی وغیرہ اور اہل سنت متفق ہین کہ وہ دن پچاس ہزار

برس کا ہوگا نہ کم و بیش۔ لفظ مقدار قابل غور ہے۔ اب تو مطبع گھر کا ہے اور قلم و دوا
وغیرہ سب کچھ موجود ہے جیسا جی چاہے لکھا کرو۔ مگر قیامت کو کیا جواب دوگے
بوقت صبح شود ہمچو روز معلوم است کہ باکہ باختہ عشق در شب دیجور۔ افسوس صد افسوس
(نمبر ۹۴ صفحہ ۷۹۴) **قولہ** وثیابک فطہر الثیاب کنایۃ عن القلب **اقول** یہ بھی آپکی
کمال علمی کی دلیل ہے۔ کیونکہ جتنی ہین علم معانی وبیان کی کتابین شاید آپکی نظر سے گذری
ہونگی۔ فرمائے کہ ان مین یہ بھی کہین لکھا ہے کہ جمع کا صیغہ مفرد سے کنایہ ہو سکتا ہے
اگر ہے تو اوسکا پتہ دو ورنہ اسکو واپس لو۔ آپ جانتے ہین کہ ثیاب جمع ثوب کا ہے اور قلب
مفرد ہے اور کنایہ کے معنے مین آپکو بتلا چکا ہون جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ان یطلق الملزوم
ویراد بہ لوازم ما وضع لہ یعنے ملزوم سے ارادہ لازم کا کرنا۔ تو مطلب آپکی تفسیر کا یہ
ہوا کہ ثیاب کو قلب لازم ہے پس ثیاب کنایہ قلب سے ہوا۔ اب اسیر تین مفاسد لازم آتے ہیں
اول یہ کہ صیغہ جمع کا مفرد سے کنایہ نہین ہو سکتا۔ دوئم یہ کہ ثیاب کو قلب لازم نہین۔ سوئم
یہ کہ لفظ ثیاب کو اسکے مدلول مطابقی سے بلا وجہ قوی پھیرنا اور آیت کے ظاہری معنے کو چھوڑنا ہے
جو خلاف مذہب ائمہ سلف ہے۔ بلکہ اگر آپ والرجز فاہجر کو خیال کرتے تو ایسی تفسیر ہرگز
نہ لکھتے کیونکہ جب اسمین حکم ہے کہ بتون کو چھوڑ دو تو صاف سمجھا گیا کہ دلکو محبت ماسوائے
اللہ اور انابت الی غیر اللہ سے دور کرو (جیسے تفسیرون مین) فیلزم التکرار۔ ان وجوہات کو سوچتے ہوئے قرین
قیاس یہی امر معلوم ہوتا ہے کہ آیت زیر بحث مین ظاہری ثوب کی تطہیر کا حکم ہے پس
ثابت ہوا کہ آپکی تفسیر عقلاً و نقلاً غلط بلکہ اغلط ہے۔ (نمبر ۹۰ صفحہ ۱۰۹) **قولہ** سنعذبہم
مرتین ای مرۃ دائمۃ بعد مرۃ **اقول** اسکا مطلب یہ ہے کہ دنیا مین ہی انکو دو دفعہ
عذاب ہوگا یعنے عذاب قبر کو اس سے کچھ تعلق نہین حالانکہ یہ تفسیر تفسیر نبوی کے برخلاف
ہے معالم مین لکھا ہے۔ قام النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم خطیبا یوم الجمعۃ فقال
اخرج یا فلان فانک منافق اخرج یا فلان فانک منافق فاخرج ناسا من المسجد

فقیهم فهذا هو العذاب الاول والثانی عذاب القبر ابن عباس۔ اور مجاہد۔ قتادہ
ابن زید۔ ابن اسحاق وغیرہ کا قول ہے کہ دوسرا عذاب قبر کا مراد ہے۔ غرض حدیث اور
اقوال صحابہ و تابعین سے ثابت ہو کہ ثانی عذاب قبر کا ہے چونکہ آپکی تفسیر سے عذاب ثانی
کی تشریح نہین معلوم ہوتی بلکہ متبادر الی الفہم لفظ مرار سے یہہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ
دنیا مین ہی عذابین کے قائل ہین ورنہ اور مفسرین کی طرح عذاب قبر کی تشریح کی ہوتی اس
خیال سے مصنف اربعین نے آپکو منکرین عذاب قبر کا مؤید لکھا ہے۔ اور فتح البیان کی
عبارت اس امر کی موہم نہین کہ مصنف اوسکا منکر عذاب قبر ہے بلکہ ثم یردون بعد ذلک
الی عذاب الاخرۃ مین اثبات عذاب قبر ہے کیونکہ لفظ اخرۃ قبر اور قیامت دونون کو
شامل ہے بخلاف آپکی عبارت کہ کہ عذاب قبر کا وہان ذکر ہی نہین بلکہ موہم انکار عذاب قبر
ہے۔ فلیتامل (نمبر ۹۶ صفحہ ۲۰۷) **قولہ** سیجعل لهم الرحمن ودا انهم یوم القیامۃ الخ
اقول یہ بہی تفسیر نبوی کے برخلاف ہے حضرت نے فرمایا خداوند کریم جب کسی شخص کو دوست
رکہتا ہے تو جبرائیل کو کہتا ہے کہ اے جبرائیل مین فلان شخص کو دوست رکہتا ہون تم بہی
دوست رکہو پس جبرائیل بہی اوسکو دوست رکہتا ہے پہر تمام آسمان اور زمین والے اسکو
دوست رکہتے ہین اسکے بعد حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت مذکورہ کو پڑہکر اصحابہ کو
جتایا کہ اسکی تفسیر یہ ہی ہے جو مین نے تم سے کہی۔ اب فرمائے کہ آپکی تفسیر جسکا خلاصہ
یہ ہے کہ ایماندارون مین قیامت کے دن خداوند تعالی دوستی اور محبت ڈالدیگا تفسیر نبوی
کے برخلاف ہے یا نہین۔ یہ تو ہم بہی مانتے ہین کہ متقیون مین قیامت کے روز محبت رہیگی
اور دوکلام ہی اسکی لیکن آیت زیر بحث کا وہ مفاد نہین بلکہ یہ اور جگہ سے ثابت ہے
مین نے بہت دیر تک غور کیا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ تفسیر کیون لکہی۔ آخر سوچتے
سوچتے یہی وجہ معلوم ہوئی کہ آیت مذکورہ کی تفسیر نبوی مین ایک دعا مین ایسی
پائی جاتی ہین جس سے اونکی تفسیر دربارہ استوی علی العرش کا اکثر حصہ غلط ہوتا تہا اور

خلاف نہیں بہی تھا یعنی ایک تو خدا کا جبرائیل کو کہنا کہ میں فلان آدمی کو دوست رکھتا ہون تم
بہی دوست رکھو - دوسرا جبرائیل کا کہنا آسمانی فرشتون کو فلان شخص کو اللہ تعالیٰ دوست
رکہتا ہے تم بہی اوس سے محبت رکہو تیسرا یہ کہ اس تفسیر نبوی سے اتنا تو بطور قدر مشترک
کے ضرور ثابت ہوگیا کہ خداوند تعالیٰ عرش پر ہے بہتی تو یہ فرمایا کہ اول محبت اسکی اہل
آسمان مین پیدا ہوتی ہے پہر زمین والون مین غرض یہہ تمام باتین مطلقاً چونکہ مفسر صاحب
کے مخالف تہین لہذا یوم القیامت کا لفظ قرآن مجید مین بڑہا کر یہہ تمام قصہ ہی مٹا دیا
امام شوکانی اور نواب صدیق حسن خان صاحب پر مخالفت حدیث کا الزام عائد نہین ہوسکتا
کیونکہ انہون نے دونون قول لکہے ہین لیکن دوسرے قول کی تردید سے سکوت اسلیئے
کیا کہ اوسکا ضعیف اور مردود ہونا اظہر من الشمس تہا لکونہ مخالفا للتفسیر علیہ السلام
اکثر مصنفون کا قاعدہ ہے کہ ہر بات کا ذکر نہین کیا کرتے پس ان ہر دو بزرگون کا سکوت
اسکی صحت پر دال نہین کیونکہ آپ جانتے ہین کہ امام شوکانی اور نواب مرحوم جو حدیث پر
عاشق تہے مخالف حدیث کو کب ماننے لگے - تہے پس الکلام المبین مین انکی تفسیر کو اپنی
تائید کے لیے لانا بالکل لغو ہے - (نمبر ۷ وصفحہ ۳۷۰) **قولہ** ویطوف علیہم غلمان
لہم صغار لہم ماتو قبل البلوغ **اقول** اس سے ثابت ہوا کہ بہشتیون کے لئے نعمت
غلمان کے منکر ہین اسی طرح ویطوف علیہم ولدان مخلدون مین بہی یہی کہا ہے کہ
وہ غلمان اور ولدان کیا ہین بہشتیون کی دنیوی اولاد ہے جو قبل بلوغ فوت ہوگئے
تمام اہل سنت مانتے ہین کہ جنتیون کے لیے نعمت غلمان بہی اللہ تعالیٰ دیگا آپ غلمان
کے معنے اولاد کے کرتے ہین اور اہل سنت کہتے ہین کہ انکی ابتدا پیدائش بہشت مین
ہوگی مثل حورون کی ولا یبعد ان یکونوا المخلوقین فی الجنۃ ابتداء کالحور من غیر
ولادۃ بالقیام بہذہ الخدمۃ لیسوا من اولاد الدنیا وہذا ہو الصحیح واطلق علیہم
اسم الولدان لان العرب تسمی الغلام ولیدا مالم یحتلم والامۃ ولیدۃ وان اسنت

رفتح البیان) سید احمد نیچری نے بہی حور و غلمان کا انکار کیا ہے اور ان آیتون کی ایسی تحریف کی ہے جیسے آپنے کی - اُنکی تمام تفسیر کو ابتدا سے آخر تک دیکھا جائے تو غلمان کا وجود جسطرح سے تمام اہل سنت صحابہ و تابعین و تبع تابعین مانتے ہین آپ اوسطرح نہیں مانتے خدارا اب آپ ہی زرا انصاف کرین کہ...... اربعین مین جو لکہا ہے کہ آپ غلمان نہین مانتے - (نمبر ۸ صفحہ ۱۰۱۴) **قولہ** وزوجناھم بحور عین ای جعلنا ازواجھم حسان بحیث تحور فیھن النظر من الصفاء وعظیمۃ الاعین **اقول** اس سے جیسا حوران بہشتی کا انکار معلوم ہوتا ہے ویسا ہی یہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تفسیر نہین بلکہ تحریف ہے کیونکہ آپکی تقریر کا مطلب یہ ہے کہ ہمنے اونکی عورتون کو خوبصورت حسین بنایا ہے حالانکہ یہ ترجمہ صحیح نہین بلکہ آیت کا ترجمہ صحیح یہ ہے اور بیاہ دینگے ہم اونکو ساتھ گوریون اچھی آنکھون والیون کے - یہان بہی آپنے لغت عرب کے مطابق معنے نہین کیے - اور مفسرین اہل سنت کے برخلاف معنے لکھے ہین اگر آپ منکر نہیں تو ایسے معنے کیون لکہے جس سے حوران بہشتی کا وجود ثابت ہی نہو حوران بہشتی کی تعریف معہ انکا ثبوت نونیہ مصنفہ ابن قیم سے ملاحظہ ہو سہ اتی امہامن فضۃ تدرکبت + من فوقہا ساقان ملتفان + والساق مثل العاج ملموم یری + مخ العظام وراءہ بعیان + والریح مسک والجسوم نواعم + واللون کالیاقوت والمرجان - انکے علاوہ اور بہی تمام اہل سنت متفق ہین کہ بہشت مین منجملہ اور نعمتون کے حور اور غلمان بہی ملین گے قرآن اور حدیث سے اسکا ثبوت کافی ملتا ہے بس ثابت ہوا کہ آپکی تفسیر قرآن اور حدیث کے برخلاف ہے اور اہل بدعت نیچریون وغیرہ کے موافق ہے - (نمبر ۹ صفحہ ۴) **قولہ** واذا العشار عطلت المراد بالعشار الاموال المحبوبۃ المرغوبۃ الخ **اقول** یہان بہی آپنے اصحاب نیچر سے توافق کیا اور محدثین کی مخالفت کی ہے - لغت عرب مین عشار دس مہینے حاملہ کو بولتے ہین پس آیت اپنے ظاہری معنے پر محمول ہے یعنے جسوقت دس

ہیئنے کی گیا ہین اونٹنی بیکار کی جاویگی ۔ معلوم نہین کہ اس تحریف سے آپکی غرض کیا ہے افسوس نام کے اہل حدیث بنتے ہین اور قرآن کی تفسیر مین ایسی تحریف کرا جتک کسی اہل سنت سے منقول نہین ۔ (نمبر ۱۰ صفحہ ۴۸۹) **قوله** واذ البحار سجرت یبس ماءوھا بالقاء الجبال فیھا ۱۲ **اقول** یہہ معنے بہی اہل سنت کے برخلاف ہے ۔ مفسرین اہل سنت لکہتے ہین کہ قریب قیامت کے دریا مین سے آگ نکلے گی نہ یہ کہ پہاڑون کے ڈالنے سے دریا خشک کئے جاوینگے ۔ اوقدت فصارت نارا وعن کثیر من السلف یرسل اللہ علی البحر الدبور فتغیرھا فتصیر نارا ۔ دریا کا آگ ہوجانا چونکہ خلاف قانون قدرت تہا اسواسطے ایسے معنے لکہے ہین جس سے خلاف قانون قدرت ثابت نہو ۔ اتنا نہیں سوچتے کہ اللہ کو ہر چیز پر قدرت ہے ہماری عقل مین اجتماع ضدین یا انقلاب ماہیت مستبعد معلوم ہوتا ہے لیکن اللہ کے نزدیک کوئی محال نہین واللہ غالب علی امرہ ۔ نیز لغت کے بہی برخلاف ہے پس ثابت ہوا کہ آپکی تفسیر مردود ہے (نمبر ۱۰ صفحہ ۴۹۹) **قوله** ووجدک عائلا فقیرا بلا مال قال العبد الضعیف ان الصفات الثلاثۃ صادقۃ علی **اقول** اس بے باکی اور شوخی کی بہی کوئی انتہا ہے ۔ کیون نہ ہو آخر فاضل جو ہوئے تو کچہہ تو مشابہت آن حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تہونی چاہئے تہی سنو ۔ میان مفسر صاحب مرزا قادیانی بہی پہلے ایسی ہی کچہ باتیں کہا کرتا تہا آخر بڑہتے بڑہتے مدعی رسالت بنا ۔ آپکی اس تحریر سے بہی ایسا ہی دال مین کالا کالا معلوم ہوتا ہے ۔ کہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے اوصاف جمیلہ اور عادات ستودہ اور خصائل حمیدہ اور کہان مفسر صاحب کی حالات ردیہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۔ ارے میان ایسی بات لکہنے سے ذرا شرم کرنی چاہئے تہی کیونکہ جب آپ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح تفسیر کو تفسیر نہین سمجہتے اور حدیث نبوی کو قرآن کی تفسیر نہین جانتے تو نسبت اتحاد کہان رہی بلکہ نسبت تضاد ہوئی ۔ اگر کوئی آپکو کسی حیوان سے نسبت دے اور کہے کہ مفسر صاحب اور یہ دونون مشترک ہین گو آپکو

فصول جدا جدا ہین لیکن جنس مین تو طوطی و نوع شریک ہین تو کیا اس سے اُنکا مرتبہ کچھ کم ہو سکتا
ہے یا اوس جانور کا مرتبہ بڑہ سکتا ہے نہین پس اسی طرحسے جب آپ نے اہل حدیث مین اور
ائمہ سلف کی تفسیر کو سنجر جانتے ہین تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کرنیسے
اُنکا مرتبہ کیسے بڑہ سکتا ہے۔ البتہ اللہ اور رسول ص کی تابعداری مین ترقی ہو سکتی ہے بڑے
بڑے کملا اور فضلا ہو چکے ہین اور اب بہی موجود ہین لیکن کسی سے منقول نہین کہ حضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف ثلاثہ مجہپر بہی صادق آتے ہین بے ادبی نہین تو اور کیا
ہے سے ادب تاجیست از لطف الٰہی بنہ بر سر برو ہر جاکہ خواہی۔ انکے علاوہ اوربہی
آپکی تفسیر مین بہت غلطیان ہین چنانچہ سورہ احزاب کی آیت۔ وامرءۃ مومنۃ ان وھبت
نفسھا مین آپکی تفسیر سے خصوصیت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثابت نہین ہوتی پس
آپکی تفسیر سلف صالحین بلکہ خود نص قرآنی کے برخلاف ہو۔ (نمبر ۱۰۳ صفحہ ۵۵) **قولہ** انا اعطیناك
الکوثر ای الامۃ الکثیرۃ کما فی قول الشاعر **اقول** مین کئی دفعہ کہہ چکا ہون کہ آپ بار بار
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کیون کرتے ہین۔ حضرت صدیق اکبر فرماتے ہین ای
ارض تقلنی وای سماء تظلنی اذا قلت فی القرآن برائی یعنے کونسی زمین ہے جو مجہکو اوٹہایگی
اور کونسا آسمان ہے جو مجہپر سایہ کریگا جبکہ مین قرآن کے معنے اپنی راے سے کرونگا۔ آپ کوثر کے معنے
امت کثیرہ سے کرتے ہین اور حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہر سے فرمائے ہین صحابہ رضہ نے عرض
کیا کہ یا رسول اللہ کوثر کیا چیز ہے آپنے فرمایا نہر فی الجنۃ علیہ خیر کثیر ترد علیہ امتی یوم
القیامۃ یعنے وہ نہر ہے بہشت مین الخ اس سے بڑہکر حدیث کی اور کیا مخالفت ہوگی تفسیر
کبیر مین لکہا ہے وھو المشہور والمستفیض عند السلف والخلف روی انس عن النبی صلے اللہ
علیہ وعلی الہ وسلم قال رایت نہرا فی الجنۃ حافتاہ قباب اللؤلؤ المجوف فضربت بیدی
الی مجری الماء فاذا انا بمسك اذفر فقلت ما ھذا قیل الکوثر الذی اعطاك اللہ الخ باوجودیکہ
امام رازی ہر موقعہ پر لغوی معنے کو بیان کرتا ہے اور معقولی طرز کو اختیار کرتا ہے پہربہی

تفسیر نبوی کو نہین چہوڑتا بلکہ سب سے پہلے ذکر کرتا ہے۔ چنانچہ اس آیت کو دیکہیے کہ تفسیر
نبوی یعنے کوثر جو ایک نہر ہے سب سے پہلے ذکر کر گیا ہے آپکی طرح نہین کہ تفسیر نبوی کا نام تک
نہین لیا اور دعوے اہل حدیث ہونیکا کر رہے ہین مین آپکو پہر یاد دلاتا ہون کہ یہ دو رنگی
چہوڑ دو پکے اہل حدیث بن جاؤ سے دو رنگی چہوڑ کر یک رنگ ہو جا ۔ سراسر موم ہو
یا سنگ ہو جا ۔ من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم ۔ تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال ۔ تفسیر
کبیر کی عبارتین اکثر موقعہ پر اسلیے لکہی ہین کہ آپ اکثر عوام کو کہتے ہین کہ جماعت غزنویہ یا کوئی
اور اہل علم میری تفسیر کو تفسیر کبیر کے مطابق مجہہ سے کرا لے میری تفسیر رازی کی تفسیر کے مطابق
ہے۔ اسلیے یہ عبارتین لکہہ کر عام مسلمانون کو مطلع کرتا ہون کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر
نہ تو تفسیر کبیر کے موافق ہے اور نہ کسی اور اہل سنت کے تفسیر کے موافق ہے۔ اب اُن علماء
کرام کی خدمت مین جو مولوی ثناء اللہ کو اہل سنت جماعت سمجہتے ہین گذارش ہے کہ جس شخص
نے ایسی تحریف کلام الہی کی کی ہو اور تفسیر نبوی سے تفسیر لغوی کو مقدم سمجہتا ہو کیا وہ اہل
سنت کہلانیکا مستحق ہے۔ تفسیر مذکور کا اکثر حصہ ایسا ہی جو کسی طرح سے تفسیر نبوی کے مطابق
نہین ہو سکتا۔ مولوی ثناء اللہ کی تفسیر کو اون تفسیرون پر قیاس کرنا جو بعض تابعین سے
منقول ہے اور بظاہر حدیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے قیاس مع الفارق ہے کیونکہ
اونکی تفسیر تفسیر نبوی کے مطابق ہو سکتی ہے لیکن تفسیر ثنائی کسی طرح سے تفسیر نبوی کے
موافق نہین ہو سکتی۔ پس اعیان قوم خصوصاً مولوی عبد العزیز صاحب رحیم آبادی اور
مولوی شمس الحق صاحب ڈیانوی اور مولوی محمد بشیر صاحب اور حافظ عبد المنان صاحب
وزیر آبادی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور جناب مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری
اور مولوی عبد اللہ صاحب غازیپوری اور مولوی عبد الجبار صاحب امرتسری اور جناب والد
والد ماجد صاحب مولوی عبد العزیز صاحب دیناگری و دیگر عمائد اہل حدیث وغیرہ کی
خدمت مین اپیل ہے کہ آپ مولوی ثناء اللہ صاحب کی اردو اور عربی تفسیر اور ترک اسلام

اور آیات متشابہات اور الکلام المبین اور تقریر مندرجہ اجلاس ہشتم ندوۃ العلماء امرتسر کو غور
سے پڑہیں اور پہر دیکہیں کہ ثناء اللہ کے خیال اہل حدیث ہی یا موافق معتزلہ وجہمیہ و وجودیہ
تفسیر اور ترک اسلام وغیرہ کے متعلق تو آپ نے میری اس ناچیز تحریر کو جو محض جستہ لللہ
لکہی گئی ہے دیکہا ہی ہوگا اب میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں پر وہ عبارت بہی ظاہر کروں
جس سے مولوی ثناء اللہ کا وجودی ہونا ثابت ہوتا ہے - ایک لوگ ایسی بہی تہے کہ
انکو اس تعلق نے ایسا کچہہ حواس باختہ کر رکہا تہا کہ انکو دنیا بہر میں کوئی تعلق تو کیا کوئی چیز
وجود پذیر نظر نہ آتی تہی اسلئے وہ کہتے تہے ؎ لا ادم فی الکون ولا ابلیس - لا ملک سلیمان
ولا بلقیس + فالکل عبارۃ وانت المعنی - یا من ہو للقلوب مقناطیس - اس رباعی کا مطلب
کسی پنجابی اہل دل نے کیا ہی اچہا ادا کیا ہے ؎ دل ہی توں ہیں تے دلبر ہی توں میں وید
توں میں دکہہ تیرا + میں یراں حیاتی توں میں اک حرف نہیں وچہ میرا الخ صفحہ ۱۳۰ روداد اجلاس ہشتم یہہ عبارت صاف
بتلا رہی ہے کہ قائل اسکا وحدت وجودی ہے نہ اہل حدیث ایسے کلمات خلاف شرع
آپ سے پہلے بہی لوگوں نے کہے ہوئے ہیں اور اسلام کے صاف شیشہ کو توڑا ہے
وما ہی اول قارورۃ کسرت فی الاسلام لیکن اسلام اور بانی اسلام نے ایسے کلمات اور
اعتقاد سے چونکہ سخت منع کیا ہوا ہے لہذا اس سے اسلام کو کچہہ نقصان نہیں پہونچا - الغرض
ان تمام باتوں کو سوچتے ہوئے اور آیات کلام اللہ پر نظر کرتے ہوئے اور یا ایہا الذین آمنو
لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ - اور ما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ
امرا ان یکون لہم الخیرۃ اور فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم اور وما
آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا وغیرہ کو پڑہتے ہوئے فیصلہ کریں کہ مولوی
ثناء اللہ کا یہ کہنا کہ میں اہل حدیث ہوں کیا درست ہے یا غلط باوجود اس تخالف صریح کے
اگر مولوی ثناء اللہ صاحب پہر بہی اہل حدیث کہلانیکے مستحق ہیں اور انکو اہل حدیث کہنا درست
ہے تو بس اللہ اللہ اور باقی خیر سلا ؎ بس ہو چکی نماز مصلے اٹہائیے - بالاخر یہ بات ہی

ظاہر کر دیتا ہون کہ اربعین غزنویہ مین پچاسی علماء کی مواہیر جو درج تہین اور سب کی تقریر سے حد مشترک یہہ نکلتا تہا کہ مولوی ثناء اللہ بباعث ایسی ناشائستہ تحریر کو دائرہ اہل سنت سے خارج ہے اور انکی ہر دو تفاسیر اور رسالہ ترک اسلام و آیات متشابہات قابل اعتبار نہین اور نہ اسکے لائق ہے کہ اونکو عام لوگ دیکہیں اسپر ہمارے مفسر صاحب برفروختہ ہوئے اور اربعین کا جواب الکلام المبین لکہکر شائع کردیا اسکے شائع ہونیسے پہلے اونہون نے ہاتہہ پاؤن بہت ہلائے کہ علماء غزنویہ اب میرے ساتہ فیصلہ کریوین اور ایک دو منصفون کا فیصلہ جوکچہہ ہو وہ مجہکو بہی منظور ہے چنانچہ اسی مضمون کا ایک اشتہار بہی دیدیا اسپر معزز محترم جناب مولانا مولوی عبد الجبار صاحب نے فرمایا کہ اربعین مین اور علماء کی مہرین بہی ثبت ہین مین اکیلا تو نہین ہون اگر وہ سب علماء جنکے اقوال اربعین کے پیچہے چہپے ہوئے ہین منصفانہ فیصلہ کو منظور کرین تو ہم بہی بخوشی منظور کرنیکو تیار ہین سب سے بذریعہ خطوط یا اور ذرائع سے دریافت کرلو کہ وہ کیا کہتے ہین - اونکی ایک حواری نے جب مجہسے دریافت کیا تو مین نے کہا کہ سنو میان صاحب اول تو اس سے غرض انکی یہہ بہی معلوم ہوتی ہے کہ پہلی کارروائی سب ملیا میٹ ہوجائے اور وہ فتوے جو علماء نے لگایا ہے قابل اعتبار سمجہا جائے اگر کچہہ اور غرض ہوتی تو پہلے علماء کی طرف رجوع کرتے - اور دویم یہہ کہ یہہ شرعی فیصلہ ہے نہ انگریزی جو ہمیشہ رد و بدل ہوتا رہتا ہے - مین نے جو کچہہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور انکی تفسیر کے متعلق لکہنا تہا وہ مین اربعین مین لکہہ چکا ہون اب مجہکو اور منصف کی کیا ضرورت ہے کہنا ان تو یہہ ہے کہ جو کچہہ قلم سے نکلا بس وہ انشاء اللہ قرآن اور حدیث و آثار سلفیہ کے موافق نکلا سب سے اول ہمنے بہت سمجہایا تہا کہ آپ تفسیر کی اصلاح کرین ١٠ ماہ انتظار کیا کہ اب بہی مولوی صاحب اپنی غلطیون کا اشتہار دیدین لیکن مولوی صاحب نے ایک نہ سنے بلکہ بقول شخصے ملمان ان باشد کہ چپ نشود رقعہ بازی اور اشتہار بازی کرتے رہے اور یہ نہ سمجہا کہ بڑے بڑے اکابرون سے غلطین

ہوتی رہی ہین اور وضوح حق کو بعد رجوع کرتے رہے ہین ایمہ اربعہ اور دیگر بزرگان دین سے کئی ایسے واقعات منقول ہین اس سے انکی شان مین کچھ نقص واقع نہین ہوا اسی طرح اگر مولوی ثناء اللہ بہی رجوع کر لیتے تو ہردل عزیز اور سلف صالحین کا ایک نمونہ قرار پاتے لیکن انکو تو یہ منظور نہ ہوا پس مولوی صاحب کی تفسیر اور دیگر رسالجات خلانیہ زبان حال سے کہہ رہی ہین کہ مولوی ثناء اللہ اہل سنت سے نہین ہے اس سے زیادہ مین مستقل ایک رسالہ مین انشاء اللہ اونکا اہل سنت سے خارج ہو بدلائل لکھونگا سو الحمد للہ آج مین نے اوس وعدہ کو پورا کیا اور کل ایک سو سے زیادہ اغلاط اسی رسالہ مین لکھدی گئی ہین انکو مشت نمونہ خروارے کے طور پر سمجھو مین امید کرتا ہون کہ انکے علاوہ اور بہی بہت جگہ انکی تفسیر اور ترک اسلام غلط ہے چونکہ مفسر صاحب نے اپنی غلطیون کا الکلام المبین مین کہین بہی اقرار نہین کیا بلکہ یہی جواب دیا کہ میری تفسیر صحیح ہے اربعین کے مصنف اور مفتیون نے جنہین مفسر صاحب کے اساتذہ ہندوستان و پنجاب بہی شامل ہین میری تفسیر کو نہین سمجھا اور نہ انکو اسقدر لیاقت ہے کہ سمجھین۔ اسلیے عوام مسلمانان خصوصا جماعت اہل حدیث کو خبردار کرتا ہون کہ مفسر ثنائی صاحب بموجب فتوے اربعین نہ اہل حدیث ہے اور نہ اس منصب جلیلہ کا مستحق ہے کہ اوسکو زمرہ اہل حدیث مین شمار کیا جائے۔ الکلام المبین مین لکھا ہے کہ امام بخاری کی بعض اساتذہ شیعہ تہے تبلاؤ یہ کس اہل حدیث کا مذہب ہے۔ اگر امام بخاری ایسا ہوتا تو آج اوسکی کتاب صحیح بخاری کا یہ پایہ نہ ہوتا اور بعد کتاب اللہ کے اوسکا درجہ سب سے اول نہ ہوتا۔ کسی اہل بدعت کا قول کہین لکہا ہوا دیکہا ہے پس اسیکو موافق بیان بہی لکہدیا۔ افسوس مقدمہ فتح الباری بہی دیکہہ لیا ہوتا۔ کئی بیچارے ناخواندہ مسلمان انکی کتاب یعنے جواب اربعین کو دیکہکر انگشت بدندان ہو رہے ہین کہ کئی علماء نے اوسکی موافقت بہی کی ہے اور اسکو اہل سنت کے ہونا لکہا ہے تو جاننا چاہیے کہ کئی تو ایسے حضرات ہین کہ وہ اہل علم

مشاہیر سے نہین ہین اور کئی علماء نے اول اول اسکی تفسیر طرفاً فاطر فاً دیکھکر اوسکی حسن
ظنی پر کچھہ توافق ظاہر کیا تہا لیکن جب اونکو اربعین وغیرہ سے معلوم ہوا کہ یہ تفسیر اصول
تفسیر اور تفسیر نبوی اور تفسیر صحابہ کے مخالف ہے تو انہون نے رجوع کیا۔ اور ہماری تفسیر
دیانتدار نے اونکے اقوال مرجوع عنہا کو اپنے فائدہ کے لئے الکلام المبین مین درج کر دیا۔ مولوی صاحب
ایک اشتہار مین اسکا جواب لکہا ہے کہ مجھکو اونہون نے منع نہین کیا تہا۔ کہ ہماری تحریر دربارہ
تصدیق تفسیر شائع مت کرو۔ مین کہتا ہون کہ یہ تو عذر بدتر از گناہ ہے علماء نے آپکو منع
بہی کر دیا تہا کہ ہماری تحریر اول مت شایع کرنا ہمکو تمہارے تفسیر کی تمام مواضع مین توافق
نہین ہے جیسا کہ مولوی شمس الحق صاحب ڈیانوی وغیرہ نے لکہا تہا۔ نیز آپکی دیانتداری
اور زہد بہی اس امر کا مقتضی تہا کہ آپ اونکے اقاویل کو الکلام المبین مین درج نہ کرتے
کیونکہ اربعین مین جب وہ آپکے موافق نہین ہین اور پہلی تحریرات کو اونکی دوسری
تحریر نے منسوخ کر دیا تو صاف معلوم ہوا کہ وہ آپکے موافق نہین ہین پس ایسے علماء
کے اقوال کو درج کرنا اور عوام کو شبہہ مین ڈالدینا اہل حدیث کی شان نہین ہے۔ اور بعض
حضرات نے یکطرفہ کارروائی کی ہے ہمارے اس رسالہ کو سنکر پہر اگر مفسر صاحب کو اہل
حدیث لکہتے تو ہم سمجہتے کہ ہان انصاف کیا اسلئے اونپر تنہا پیش قاضی روی راضی آئی کی مثل
صادق آتی ہے اور اربعین مین صرف فتوے کے طور پر لکہا گیا ہے جس مین پوری
بات درج نہین ہوئی۔ ہمارے اس مضمون کی زیادہ توضیح مولوی محمد حسین صاحب
بٹالوی نے ایک رقعہ مین خوب کی ہے جو ہمارے نظر سے گذرا اور مجہی مکرمی جناب شیخ
عبد الرحیم صاحب نومسلم کے یہان سے مجھکو ملا تہا۔ اور اب وہ طبع ہو کر شائع بہی ہو چکا
ہے۔ کئی دوست مجہسے کہتے ہین کہ آپ مولوی ثناء اللہ صاحب سے کیون نہین بولتے حالانکہ وہ کئی
دفعہ آپکی دوکان کے آگے سے گذرے ہین بلکہ ایک دو دفعہ اونہون نے آپسے مصافحہ اور معانقہ
کرنا چاہا لیکن آپنے نہین کیا اور نہ انکے سلام کا جواب دیا اسکی کیا وجہ۔ سو اونکو جان لینا

چاہیئے کہ ایسے شخص سے جس کے بابت علماء کرام نے اربعین مین فتوے دیا ہے کہ وہ اہل سنت نہین اور جس کے متعدد تصانیف بہ ہم نے بہی ثابت کیا کہ وہ اکثر جگہ اہل بدعت معتزلہ ونیچریہ کا توافق کرتا ہے پس ایسے شخص کی تعظیم اورتکریم شرعاً ممنوع ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ھدم الاسلام یعنے جس شخص نے اہل بدعت کی تعظیم وتوقیر کی پس تحقیق اوسنے اسلام کے گرانے پر اعانت کی امام غزالی لکھتے ہین اما المبتدع الذی یدعو الی البدعة ویزعم ان ما یدعو الیہ حق فھو سبب لغوایة الخلق فشرہ متعدی فالاستحباب فی اظہار بغضہ ومعاداتہ والانقطاع عنہ وتحقیرہ والتشنیع عنہ ببدعتہ وتنفیر الناس عنہ اشد وان سلم فی خلوة فلاباس برد جوابہ وان علمت ان الاعراض عنہ والسکوت عن جوابہ یقبح فی نفسہ بدعتہ ویؤثر فی زجرہ فترک الجواب اولی لان جواب السلام وان کان واجبا فیسقط بادنی غرض فیہ مصلحة حتی لیسقط بکون الانسان فی الحمام او فی قضاء حاجتہ وغرض الزجر اہم من ھذہ الاغراض وان کان فی ملاء فترک الجواب اولی تنفیر اللناس عنہ وتقبیحا لبدعتہ فی اعینھم وکذلک الاولی کف الاحسان الیہ والاعانة لہ لاسیما فیما یظہر للخلق قال علیہ السلام من انتھر صاحب البدعة ملاء اللہ تعالی قلبہ امنا وایمانا ومن اھان صاحب بدعة امنہ اللہ یوم الفزع الاکبر ومن الان لہ او اکرمہ او لقیہ ببشر فقد استخف بما انزل اللہ تعالی علی محمد صلے اللہ علیہ والہ وسلم یعنے اگر بدعتی کسی مجلس مین سلام کرے تو اوسکو جواب نہ دینا چاہیے کیونکہ کو سلام کا جواب واجب ہے لیکن بعض موقع پر کسی مصلحت سے جواب ساقط ہوجاتا ہے پس غرض جواب نہ دینے مین یہ ہے کہ لوگ اوس سے متنفر ہوجائین اور انکی آنکھون مین بدعت قبیح اور برے دکہائی دے اسی طرح اوسکو مدد دینا اور اس سے

احسان بہی منع ہے (یعنے چندہ اور دعوت اور کتب کی خریداری اور ہبہ وغیرہ) حضرت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے صاحب بدعت کو زجر اور انکار کیا اللہ تعالی اوسکے دلکو امن اور ایمان سے پُر کردیگا اور جس نے اہل بدعت کا احترام کیا یا خندہ پیشانی سے ملا اوس نے خفت کی اوس چیز کی جو حضرت ؐ پر اتارا گیا (یعنی قرآن مجید) یہ ہے خلاصہ تحریر مذکور کا۔ پس ای دوستو مین نے بہی مولوی ثناء اللہ صاحب سے اسی لئے مکالمت اور سلام وغیرہ ترک کردیا ہے ہم تو حدیث پر عمل کرتے اور عزیزون کو اسی کی ترغیب دیتے ہین جس کسی سے محبت رکہو تو الحب للہ والبغض للہ یعنے اللہ کے واسطے رکہو اور اگر بغض بہی رکہو تو اللہ کے واسطے رکہو چونکہ سب سے اول مولوی ثناء اللہ صاحب کی جانب سے اسباب بغض اور قطعیت وصل پیدا ہوئے اور ہم بہت چاہتے رہے کہ مولوی صاحب ان اسباب کا جلد تدارک کرین تا کہ قطعیت اخوت دینی بڑہنے نہ جائے لیکن مولوی صاحب نے کچہ غور نکیا۔ سے ۱ ربیل وصالہ ویربل ہجری ۔ فاترک ما اریبک لما یریبک ۔ جسکا انجام یہ ہوا کہ ہمکو مستقل رسالہ اونکی تردید مین لکہنا پڑا۔ الغرض اب مین اپنے رسالہ کو ختم کرتا ہون اور تمام مسلمانون کو اطلاع دیتا ہون کہ مولوی ثناء اللہ صاحب تاوقتیکہ تفسیر اور ترک سلام اور آیات متشابہات کی غلطیون سے رجوع نکرے اور اپنی تفسیر کو مطابق تفسیر نبوی و اصحابہ کرام نکرے اہل حدیث نہین اور نہ کوئی اوسکو اہل حدیث سمجہے اللہ تعالے سبکو راہ راست پر لاوے اور قرآن وحدیث پر عمل کرنیکی توفیق دے۔

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علے المرسلین والحمد للہ رب العلمین

الراقم

حکیم ابو تراب محمد عبد الحق از امرتسر بازار صابونیان

التماس مصنف

برادران دینی کی خدمت مین گذارش ہی کہ جو کچھہ مین نے رسالہ الحق الیقین مین لکھا ہی محض ہمدردی اور خیرخواہی کی خیال سی لکھا ہی ورنہ مجھکو کیا ضرورت پڑی تھی کہ مین اپنے عزیز وقت کو اول لکھنے مین اور پہر چھپوانی مین صرف کرتا خصوصاً اوس حالت مین کہ جب مجھکو مشاغل ضروریہ معالجات مرضاء اور تعلیم طلباء سی بہی فرصت کم ہو حضرت نے فرمایا کہ اگر تیرے سبب سے کسیکو ہدایت ہوجائے تو سرخ اونٹ سی بہتر ہے۔ اب مین دیکھتا ہون کہ مولوی صاحب میری اس جانکاہی اور جانفشانیکا جو انکی بچانیکے لیے مین نے کی ہے کیا شکریہ ادا کرتے ہین۔ کیا اس مقولہ پر عمل پزیر ہوتے ہین۔ طالب آن باشد کہ چپ نشود یا اس حدیث پر کاربند ہوکر الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ الحکیم فحیث وجدہا فہو احق بہا ایک مختصر سا اشتہار رجوع نامہ کا دیتے اور تفسیر اردو و عربی و ترک اسلام و آیات متشابہات والکلام المبین کا فروخت کرنا بند کرتے۔ اس رجوع کرنے اور اپنی غلطیون کو اقرار کرنے مین نہ تو مولوی صاحب کا کچھہ بگڑتا ہی اور نہ انکی کسر شان ہے کیونکہ بڑے بڑے اکابرون سی رجوع ثابت ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سی ایک شخص نے سوال کیا آپنے کچھہ جواب دیا اوسنے کہا کہ یا امیر المومنین ایسا نہین آپنے فرمایا اصبت واخطأت وفوق کل ذی علم علیم یعنے تو درست کہتا ہی اور مجھسے خطا ہوگئی ہر ذی علم پر علم والا ہوتا ہی اسیطرح امیر المومنین حضرت عمر رضہ سی بھی رجوع ثابت ہی۔ غرض انسان کو سہو لگا ہوا ہی لیکن اہل حق کا ہمیشہ شیوہ یہی چلا آیا ہی کہ اپنی غلطیون سی رجوع کرتے رہی ہین۔ لہذا ہمکو امید ہی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب بہی رجوع کرینگے پس اگر اونہون نے غلطیونکا اقرار کرلیا اور رجوع نامہ چھاپ کر مشتہر کردیا تو ہم بہی اپنے اس رسالہ کی متعلق رجوع کا اشتہار دیدینگے اور اشاعت بند کردینگے وان تعودوا نعد اور اگر نہ کیا تو پہر ہم ہین یا مولوی ثناء اللہ صاحب

ے یا تن رسد بجانان یا جان ز تن برآید - یا رزندہ صحبت باقی۔

الملتمس حکیم ابو تراب محمد عبد الحق

اشتہار واجب الاظہار

یون تو ہر شخص اپنی دکان اور اسباب کی تعریف کیا ہی کرتا ہی۔ کس نگوید کہ دوغ من ترش است۔ لیکن حقیقت مین وہی چیز اچھی ہو سکتی ہے جس کی تعریف مخالف بہی کرے۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ ہماری دوکان طبابت کو جاری ہوئے بفضل خدا عرصہ باران سال کا ہوا کہ ہزارہا مریضون کو ہماری علاج سے شافی مطلق نے صحت بخشی بلکہ اکثر مریضون کو طاعون سے بہی جو کہ قریب المرگ تہے صحت ہوئی۔ چونکہ شہرت کا ذریعہ اس زمانہ مین اشتہار ہی ہے۔ چو در بستہ باشد چہ داند کسی * کہ جوہر فروش ست یا پیلہ ور اور پبلک بہی ہماری کار روائیکو دیکہتی ہے لہذا ہم بذریعہ اشتہار ہذا کے پبلک کو مطلع کرتے ہین کہ ہمارے مطب مین ہر مرض کا علاج ہوتا ہے۔ غریبون اور امیرون کو مساوی حیثیت سے دیکہا جاتا ہے بلکہ غربا کا زیادہ توجہ سے علاج ہوتا ہے اور اکثرون کو مفت دوا دیجاتی ہے۔ بڑی خوبی کی بات یہہ ہے کہ وقت کی کوئی خصوصیت نہین جب کوئی مریض آئے اسیوقت اسکی بات کو توجہ سے سنا جاتا ہے اور بڑی غور سے دوائی دیجاتی ہے علاوہ امراض عامہ کے امراض مندرجہ ذیل کی۔ دوا اعلی درجہ کی ہماری یہان موجود ہے جس صاحب کو ضرورت ہو قیمت روانہ کردے دوا بہیجی جائیگی یا اونکی تحریر پر وی پی ہو سکتی ہے۔ آتشک۔ سوزاک۔ نامردی۔ جلق۔ ضعف دماغ۔ ضعف جگر۔ استسقا۔ کہانسی۔ بواسیر۔ پہوڑا۔ جذام۔ خارش۔ طاعون۔ اولاد کا نہ ہونا۔ تپ تلی۔ مرگی۔ درد کمر۔ جریان۔ ضعف معدہ۔ آنکہہ کا دکہنا۔ سبل۔ نزول الماء۔ ضعف بصر۔ بہولا۔ خناق۔ چوتہیا تپ۔ خنازیر۔ لقوہ۔ عرق النساء۔ خیرہ چشم۔ تپ دق۔ تپ لثقہ۔ ضعف گردہ۔ ضعف مثانہ۔ پتہری۔ گردہ و مثانہ۔ ذیابیطس۔ اسکے علاوہ اور بیماریون کی دوا بہی مفید مل سکتی ہے۔ محصول الڈاک بذمہ خریدار۔

امرتسر بازار صابونیان حکیم ابو تراب محمد عبد الحق۔